ماہنامہ

معارفِ رضا کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، پاکستان

ادارت

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت

- علامہ تراب الحق قادری
- الحاج شفیع محمد قادری
- علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
- منظور حسین جیلانی
- حاجی عبداللطیف قادری
- ریاست رسول قادری
- حاجی حنیف رضوی

مشمولات

- قیمت فی شمارہ ــــ ۱۰ روپیہ
- سالانہ ــــ ۱۲۰ روپیہ
- بیرون ممالک ــــ ۱۰ ڈالر سالانہ

رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی - 74400، پوسٹ بکس نمبر 489

فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر، مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی - آئی - چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ربیع الاول شریف کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس ماہ مبارک میں سید عالم، نور مجسم، رحمت عالم، محبوب رب العٰلمین محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ نے اپنے وجود مسعود سے اس کائنات کو رونق بخشی، اس لئے یہ ماہ مبارک مسلمانان عالم کیلئے "موسم بہاراں" ہے اور وہ دن و تاریخ جب حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تمام دنیا کے اہل ایمان کیلئے "یوم عید" بلکہ "عیدوں کی عید" ہے یہی وجہ ہے کہ اس پورے ماہ مبارک میں دنیا کے گوشے گوشے میں مسلمان جشن عید میلاد النبی مناتے ہیں اور ذکر مصطفےٰ ﷺ کی محفلوں کا اہتمام کرتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں، شیرینی کا اہتمام کرتے ہیں۔

سید عالم ﷺ سے محبت ایمان کا جزو اعظم بلکہ ایمان کی روح ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

کروڑوں درودو سلام ہوں اس نور مجسم نبی اکرم، رحمت عالم ﷺ پر کہ جس کے جود نے ہمیں وجود عطا فرمایا، سسکتی انسانیت کو حیات بخشی، انسان کا رشتہ اس کے خالق و مالک، رب ذوالجلال، رحمٰن و رحیم سے جوڑا، ضلالت و گمرہی کے گھٹاٹوپ اندھیرے کو دور کیا، اور راہ ھدایت کے نور سے صراط مستقیم کی طرف رہبری و رہنمائی کی، جہالت کی تاریکی دور کی، علوم ربانی کے چراغ روشن کئے، قصر مذلت میں گرے ہوئے انسان کو بلندی رفعت عطا فرمائی، باطل خداؤں کے بت پاش پاش کر کے ایک الہٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز کیا، جاھل معاشرہ کے ظلم میں پسی ہوئی عورت کو ظلم سے نجات دلا کر اسے وقار و عزت، حریت فکر اور آزادی رائے کا حق عطا فرمایا، غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو غلامی کی قید سے نہ صرف آزادی دلائی بلکہ ان کی عزت نفس بحال کی۔ محکوموں کو حکومت عطا فرمائی، غلاموں کو تخت و تاج کا مالک بنایا۔ ان کے رب تعالیٰ نے انہیں مالک کونین بنایا لیکن انہوں نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا سب تقسیم فرما دیا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

غرض جس کو جو ملا جو مل رہا ہے اور جو ملے گا آپ ہی کے دست کرم اور جود وعطا سے ملے گا۔

یہ فیض دیئے وہ جود کئے کہ نام لئے زمانہ جئے　　　جہاں نے لئے تمہارے دیئے یہ اکرمیاں تمہارے لئے

محبت رسول اور عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ایک مومن کی متاع عزیز اور قوتِ حرکی ہے۔ یہی اسلام کی وہ عظیم انقلابی قوت تھی جس سے عالم طاغوت پر لرزہ طاری رہتا تھا اور اسی سے مسلمانوں کی دینی و دنیوی زندگی آج تک وابستہ ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں بارہا ایسے سیاسی تغیرات آئے اور انقلابات برپا ہوئے کہ جن سے مسلمانوں کو سیاسی قوت و طاقت کو نقصان پہنچا لیکن اس کے باوجود ملت اسلامیہ کا مذہبی و روحانی نظام زوال پذیر نہ ہو سکا بلکہ اس کے ارتقا کا سلسلہ ہمیشہ جاری و ساری رہا کیونکہ صوفیائے کرام کی پیہم تبلیغی مساعی نے ہر عہد میں مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسالت مآب ﷺ کی اس شمع کو فروزاں رکھا جس میں ہماری ملّی حیات کی بقا کی ضمانت موجود تھی۔

مشہور مغربی مورخ اور مفکروں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے چنانچہ ایک مشہور مستشرق پروفیسر اے۔ایچ۔گپ لکھتے ہیں :

”تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا، اور اس کو اتنی قوت و توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی“

آج کے دور میں، افغانستان، چیچنیا، بوسینا، اور کوسووو کا جہاد آزادی اس حقیقت کا مظہر ہیں۔ برصغیر پاک و ہند اور ممالک عرب میں مسلمانوں کے زوال کے دور میں اسلام دشمن صیہونی، عیسائی اور استعماری قوتوں نے ایک پروگرام کے تحت منظم ہو کر مسلمانوں کے دلوں سے چراغ مصطفوی کی روشنی محو کرنا چاہی۔۔۔وہ اس حقیقت سے باخبر تھے کہ اگر مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ عشق رسول ﷺ نکل جائے تو خود مسلمان یا دنیا کی کوئی طاقت بھی ان کی عظمت رفتہ کو واپس نہیں لا سکتی اور نہ ہی اصلاح و تجدید کے نام پر چلائی ہوئی متعدد تحریکیں مسلمانوں کو منزل آشنا کر سکتی ہیں چنانچہ اہل مغرب نے اسلامی تحقیق کے نام پر یہودی اور عیسائی اسکالرز سے ایسا لٹریچر تحریر کروا کے شائع کرایا جس میں اسلام کی تعلیمات، پیغمبر اسلام سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ، ان کی سیرت مبارکہ اور کردار عالیہ کے متعلق علمی اور تاریخی تحقیق کے نام پر شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوسری طرف دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض مسلم علماء اور مفکرین بھی اس مہم میں شامل ہو گئے اور انہوں نے اصلاح و تجدید اور مسائل حیات کے جدید اور بدلتے ہوئے تقاضوں کے مدنظر اسلامی تعلیمات اور سرور کائنات ﷺ کی سیرت مبارکہ پر اس انداز میں کتابیں لکھنا شروع کیں کہ جس میں نہ صرف عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر کا فقدان تھا بلکہ ان کی بعض تحریروں میں، اسلام، اللہ جل شانہ، اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی شان اقدس میں صریح گستاخیاں بھی تھیں ایسے پر آشوب دور میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی سامنے آتی ہے جس نے مسلمانوں کے خرمن ایمان کو بچانے کیلئے اپنی زبان و قلم اور تن، من، دھن سب سے جہاد کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ مسلمانو! تمہاری سلطنت چھن گئی، زمینداریاں اور کاروبار ختم ہو گئے، اپنی زمینوں اور جائداد سے بیدخل کر دئے گئے، مفلس و قلاش کر دیئے گئے اب تمہارے پاس لے دیکر سب سے قیمتی متاع ”عشق رسول ﷺ“ جو تمہارے ایمان کی جان ہے، رہ گئی ہے یہ انگریز، ہندو کافر اور منافق علماء یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم سے یہ بھی چھن جائے تاکہ تم نام کے بھی مسلمان نہ رہ جاؤ۔ خبردار خبردار تم ان کے قریب نہ جاؤ، ان کی

صحبت میں ہر گز نہ بیٹھو، ان کے وعظ و لیکچر نہ سنو، ان کی کتابیں نہ پڑھو ورنہ تمہارے ہاتھ سے ایمان بھی جائے گا۔ اپنی بد اعمالیوں کے سبب دنیاوی عزت و وجاہت تو گنوا بیٹھے، اب آخرت بھی برباد کر بیٹھو گے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ عظیم تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنی نثری اور منظوم تحریروں سے سید عالم آقاؤ مولا علیہ کی محبت لوگوں کے دلوں میں اجاگر کی، عشق مصطفیٰ کے چراغ ذہنوں میں روشن کئے اور گستاخان رسول کے رد میں دلائل وبراہین سے مزین سیکڑوں کتابیں تحریر کیں، علمائے حرمین شریفین اور علماء ہند و سندھ سے فتاوے حاصل کئے گمراہ کن تحریریں لکھنے والے علماء کو دعوت حق و دعوت رجوع دی، کچھ نے توبہ کرلی کچھ بغیر توبہ کے دنیا سے چلے گئے آخر کار گستاخان رسول کا ایسا منہ بند کیا کہ آج امام احمد رضا کے وصال کو ۸۰ ر سال کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن آج بھی امام احمد رضا کی گرفت و تعاقب کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے نہ صرف یہ کہ انہوں نے امت مسلمہ کو سید عالم علیہ کی ذات گرامی سے والہانہ عشق کا درس دیا بلکہ اسی عشق رسالت مآب علیہ اور نسبت غلامی کو مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی بقاو دوام کا سر قرار دیا ۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا — جس کو ہو درد کا مزہ ، ناز دوا اٹھائے کیوں

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا — جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان خود بھی ذکر رسول، اور میلاد مبارک کی محفلیں منعقد کرتے اور لوگوں کو اس کے انعقاد کی ترغیب دیتے، سید عالم علیہ کی مدحت سرائی میں نعتیں لکھیں۔ ان کے نعتیہ کلام میں جو سوز و گداز اور حقیقی عشق کی جھلک ہے اس نے برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں کو متاثر کیا چنانچہ آپ کے دیوان حدائق بخشش کے منظر عام پر آنے کے بعد اردو شاعری میں صنف نعت کو بہت فروغ حاصل ہوا، آج کل جو نعت خوانی اور نعت گوئی کا دور دورہ ہے اس میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی کاوشوں کو بڑا دخل ہے۔

امام احمد رضا اور ان کے متوسلین علماء حق کا آج یہ فیضان ہے کہ جو لوگ کل تک عید میلاد النبی علیہ کو شرک، بدعت اور نہ جانے کیا کیا بکتے تھے آج خود بھی اس نام سے منعقد محفلوں میں شریک ہوتے ہیں اور تقریریں کرتے ہیں اخبارات و رسائل میں اس مبارک موقعہ کی مناسبت سے مضامین شائع کراتے ہیں۔ بلکہ اب وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایام بھی منانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ آج امام احمد رضا کی تحریک عشق رسول اور تجدید احیاء دین کا ثمرہ یہ ہے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ سعودی عرب کو چھوڑ کر تمام اسلامی ممالک میں سید عالم علیہ کا یوم ولادت سرکاری طور سے منایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ہندوستان میں بھی ۱۲ ربیع الاول شریف کو مسلمانوں کیلئے تعطیل ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کے اس محسن، عظیم امام اور سچے عاشق رسول علیہ کی قبر پر تا قیامت رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب علیہ کے ذکر میں مشغول رہنے اور اس فکر کو عام کرنے کی سعی میں زندگی کے شب و روز بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جب قیامت کا دن آئے تو ہم بھی خدمت اقدس کے قدسیوں کے حکم پر احمد رضا کے ہم نوا ہو کر یوں نغمہ سرا ہوں ۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزم ھدایت پہ لاکھوں سلام

ترجمہ قرآن اور مولوی فتح محمد جالندھری

صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی ★

کیا خبر تھی کہ لیکر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

قرآن کلام رب العالمین ہے، قرآن زبان رحمۃ اللعالمین ہے، قرآن نعت مصطفےٰ (ﷺ) ہے۔ قرآن مومن کے دل کی دھڑکن ہے...... قرآن ایمان کی جان ہے...... قرآن عدل وامن عالم کا داعی ہے...... قرآن دلوں کا چین ہے...... قرآن سیدھا راستہ دکھانے والا ہے...... قرآن آخری سماوی کتاب ہے...... قرآن کے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں ہو گی...... قرآن کا حکم قیامت تک جاری رہے گا...... قرآن کے احکام عین فطرت کے مطابق ہیں...... قرآن پوری انسانیت کے لئے کامل نظام ہے...... قرآن بحر بے کنار ہے...... قرآن میں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور پوشیدہ چیزوں کے ذخائر ہیں...... قرآن تحقیق و تجسّس و تفکر و تدبر کی ترغیب دیتا ہے...... قرآن اخلاق واخلاص کی تعلیم دیتا ہے...... قرآن تعلیم اور ذہنی و فکری تربیت کی دعوت دیتا ہے...... قرآن اسلام کا پیش کردہ مکمل ضابطہ حیات ہے...... قرآن کا قانون انسانیت کے لئے واجب العمل ہے...... قرآن کی ایک آیت کا منکر کافر ہے...... قرآن کے ترجمہ میں اپنی من مانی کرنے والا بدترین خائن ہے...... قرآن کا دیکھنا ثواب، پڑھنا عبادت، رکھنا برکت اور عمل کرنا ذریعہ نجات ہے۔

قرآن کا ترجمہ کرنے والے مترجم کا عاشقِ صاحب قرآن ہونا، علوم قرآن پر کامل دسترس رکھنا اور زبان کی روانی، قلم کا سلیقہ و ادب کی پہچان رکھنا بھی ضروری ہے...... لیکن بدنصیبی سے قرآن کو ایسے مترجم بھی ملے جن کے ہاں ان خوبیوں کا فقدان نظر آتا ہے۔

یہاں صرف ایک مترجم "مولوی فتح محمد جالندھری" کے ترجمہ کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ جالندھری صاحب کے اردو ترجمہ کو...... MARMADUKE-PICKTHAL کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ تاج کمپنی نے مختلف اقسام اور سائز میں کثیر تعداد میں شائع کیا سرکاری محکمے جالندھری صاحب کے ترجمہ کو فرقوں سے آزاد ترجمہ تصور کرتے ہوئے گفٹ اور انعام میں شوق سے دیا کرتے ہیں اور پاکستانی ٹی وی اور ریڈیوں پر بھی یہی ترجمہ نشر کیا جاتا ہے۔ اردو اخبارات میں بھی جالندھری صاحب کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے لیکن جالندھری صاحب کے ترجمہ میں شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین پیارے مصطفےٰ ﷺ کی شان پاک میں جو زبان درازیاں، گستاخیاں اور بے ادبیاں پائی جاتی ہیں

★ (لاڑکانہ، سندھ)

ان سے اکثر لوگ ناواقف ہیں اس لیے پہلے قرآن پاک کی آیت پھر ترجمہ جالندھری آخر میں عاشق مصطفیٰ ﷺ ماہر علوم قرآن اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی قادری قدس سرہ کے ترجمہ بے مثال ...... "کنزالایمان" سے ترجمہ پیش کروں گا۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (پ۲۶ ع ۶)

ترجمہ : فتح محمد جالندھری :

"اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی"۔

ترجمہ : محدث بریلوی :

"اور اے محبوب : اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو"۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (پ۲۶ ع ۹)

جالندھری :

"اے محمد ﷺ ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح و صاف تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے"

امام اہل سنت رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے :

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

دونوں آیتوں میں مترجم جالندھری نے گناہ کو حضور ﷺ کی ذات پاک معصوم عن الخطاء سے منسوب کردیا ہے جو کہ صریحاً عصمت انبیاء پر حملہ ہے...... جبکہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ کا ترجمہ عین تفاسیر اور احادیث کے مطابق ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (پ ا ع ۱۴)

جالندھری :

"اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی خدا) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلوگے تو تم کو (عذاب) خدا سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار"۔

مولوی فتح محمد جالندھری کے ترجمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو اس بات پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم قرآنی علم آجانے کے بعد ان کی (کفار کی) پیروی کروگے (نعوذباللہ من ذالک) لہذا اگر ایسا کیا تو خبردار تم کو ایسی پکڑ کریں گے کہ کوئی چھڑا نہ سکے گا ...... حالانکہ تفسیر خازن میں ہے کہ "انه خطاب النبی ﷺ والمرادبه امته" یہ خطاب تو نبی ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد امت محمدیہ (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں کمال کیا کہ ترجمہ وہ کردیا جو منشائے مولا اور تقاضائے ادب تھا۔ ملاحظہ فرمایئے :-

ترجمہ محدث بریلی :

"اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے کوئی تیرا بچانے والا ہوگا اور نہ مددگار"۔

اس آیت کے تحت "تفسیر خزائن العرفان" میں یوں تحریر ہے کہ یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید انبیاء ﷺ تمہارے پاس حق و ہدایت لائے تو تم

ہر گز کفار کی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا اگر ایسا کیا تو تمہیں کوئی عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔

فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ (پ۲۵ع۴)

جالندھری:

"اگر خدا چاہے تو اے محمد تمہارے دل پر مہر لگادے"۔

محدث بریلوی:

"اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر لگادے"۔

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی (پ۳۰ع۱۸)

جالندھری: "اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا"

محدث بریلوی: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔

مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَاالۡکِتٰبُ وَلَاالۡاِیۡمَانُ (پ۲۵ع۶)

جالندھری: "تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو"۔

محدث بریلوی: "اس سے پہلے نہ تو تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل"۔

لوح و قلم کا ہی نہیں بلکہ جن کو عالم ماکان و مایکون کا علم ہے، معاذاللہ آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے مومن بھی نہ تھے کیونکہ جالندھری کے ترجمہ کے مطابق ایمان سے بھی نابلد (کورے) تھے۔ تو غیر مسلم ہوئے (استغفر اللہ) موحد بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی آپ کی بعثت سے پہلے مومن ہوتا ہے (بعد میں رسالت پر ایمان لانا شرط ہے) جالندھری کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی خبر حضور ﷺ کو بعد میں ہوئی ...... اعلیٰ حضرت کے ترجمے سے اس قسم کے تمام اعتراضات ختم ہوگئے، ایمان اور احکام شرع کی تفصیل میں جو فرق ہے وہی اعلیٰ حضرت اور دیگر مترجمین کے ترجمہ میں فرق ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ ج (پ۲ع۵)

جالندھری:

"اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کردیا ہے"۔

کسی پر غیر خدا کا نام حرام نہیں ورنہ ہر چیز حرام ہوگی۔ جانور کبھی شادی کے لئے نامزد ہوتا ہے کبھی عقیقہ، ولیمہ، قربانی اور ایصال ثواب کے لئے مثلاً گیارھویں شریف، بارھویں شریف، تو گویا ہر وہ جانور جو ان مذکورہ ناموں پر نامزد کیا گیا ہے وہ جالندھری کے نزدیک حرام ہے ...... پھر جالندھری کے ترجمہ پر غور کیجئے؟ "اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کردیا ہے"

اے مسلمانو! اب کون سے چیز حلال مانی جائے گی، گویا مولوی فتح محمد جالندھری نے ماسوا خدا کے ہر چیز کو حرام قرار دیا ......اس ترجمہ سے خود مولوی کی اپنی بیوی اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ بیوی جالندھری کی ہے لوگ بھی یہی کہتے ہوگے کہ "مولوی فتح محمد جالندھری کی بیوی" کیا اس ترجمہ سے خود اس کی اپنی بیوی حلال رہی...... مولوی فتح محمد جالندھری نے جاہلانہ ترجمہ کر کے پوری دنیا کی چیزوں کو حرام کی زد میں لا کھڑا کردیا ہے لیکن اے سنی! تو پریشان نہ ہو کہ ہمارے اعلیٰ حضرت نے لاجواب ترجمہ کردیا ہے بلکہ دنیا کو پریشانی سے نجات دلادی ہے جو کہ دیوبندی مولوی کے جاہلانہ ترجمہ سے لاحق ہوئی

تھی۔

اے دنیا بھر کے لوگوں! اے قرآن کو پڑھنے والوں! اے مسلم و غیر مسلم! تم جب ایسے نام نہاد مولویوں کے ترجمے پڑھتے ہوگے تو تمہارے دلوں کو چین نہیں آتا ہوگا، تم پریشان ہوتے ہوگے...... لیکن میری صدا بھی سن لو! اے قرآن کے چاہنے والوں! تم قرآن سے بدظن نہ ہونا بلکہ ان مولویوں سے بدظن ہونا، قرآن سچا ہے، خریدے ہوئے مولوی جھوٹے ہیں۔

یقیناً تم قرآن پاک کا ایسا ترجمہ پڑھنا چاہتے ہو جس کے پڑھنے سے قرآن کی روح کو سمجھا جائے...... آنکھوں کو نور ملے، سینہ کو سرور ملے، دماغ کو آرام ملے، دل کو چین ملے، اور روح کو تازگی ملے...... ایسا بے مثل اور بے مثال ترجمہ، لاجواب ترجمہ، ایمان کی جان ترجمہ میرے اعلیٰ حضرت اہل سنت کے امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی نے "کنز الایمان" کے نام سے کیا ہے...... اس ترجمہ سے یقیناً آپ کو تمام پریشانیوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ تم خدا اور رسول (جل جلالہ، ﷺ) کی شان پاک میں گستاخانہ کلمات سے بچ جاؤ گے۔

یاد رہے کہ "کنز الایمان" اردو، انگریزی، بنگالی، سندھی اور ڈچ ترجموں میں دستیاب ہے۔ اب آیت مبارکہ کا ترجمہ جو اعلیٰ حضرت نے کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے:

محدث بریلوی: "اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

اے مسلمانوں! ہم نے اپنا فرض نبھالیا جو تمہیں "ترجمہ جالندھری" سے آگاہی دی، آگے آپ اپنی ذمہ داری سمجھ کر ہر سطح پر "ترجمہ جالندھری" سے بائیکاٹ کیجئے اور کنز الایمان کو اپنایئے تاکہ مسلمان غلط ترجمہ کی گمراہیوں سے بچ سکیں۔

علامہ مقبول احمد مصباحی

(پرنسپل جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی)

ماہنامہ "معارف رضا" کا شمارہ فروری و مارچ تھوڑے وقفہ سے باصرہ نواز ہوا، پڑھ کر بے پناہ مسرت ہوئی، "سالنامہ معارف رضا" کو غیر متوقع طور پر "ماہنامہ معارف رضا" کی شکل میں دیکھ کر یوں محسوس ہوا جیسے صحن خانہ میں دبے پاؤں بہار آگئی ہو۔ سالنامہ "معارف رضا" عالمی سطح پر اردو علمی و ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی کے حوالہ سے اس کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ رضویات کی دنیا کا کوئی بھی اسکالر یا نقاد اسے نظر انداز کرنے کی کم از کم اخلاقی جرأت نہیں کر سکتا، برصغیر ہندو پاک میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں تعارف کرانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اب "ماہنامہ معارف رضا" فکر رضا کی خوشبو کو گھر گھر لے جائے گا، سوتوں کو جگائے، روتوں کو ہنسائے گا، غیروں کو اپنائے گا، اپنوں کو بتائے گا۔ اس ماہنامہ کے کلاہ افتخار میں چار چاند لگاتی ہے، معراج فکر و فن، ماہر رضویات علامہ ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب پی-ایچ-ڈی کی ذات گرامی، جو اپنے آپ میں ایک انجمن ہے، وہ علم و ادب کے ایک خورشید منیر ہیں جس کی روشنی بیک وقت اکناف ارض کے ہر حصہ پر یکساں پڑ رہی ہے۔ ان کی پروقار شخصیت "معارف رضا" کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ان کے علاوہ بھی اس کارواں میں جو افراد شامل ہیں، وہ فکر و فن کے ماہ و نجوم ہیں۔ ان شاء اللہ جلد یہ ماہنامہ علمی و ادبی حلقوں میں اپنا ایک مخصوص مقام بنالے گا۔ مولیٰ تعالیٰ اسے روز فزوں اور خوب سے خوب تر کرے۔

"ماہنامہ معارف رضا" کا اجراء ایک خوش آئند قدم اور اردو صحافت میں ایک گراں قدر اضافہ ہے، فکر رضا کی ترسیل و ابلاغ میں ان شاء اللہ سنگ میل ثابت ہوگا، اب اردو قارئین کو ماضی کی طرح ایک سال تک انتظار کی بھٹی میں سلگنا نہ پڑے گا، بلکہ ماہ بماہ ان کی لذت نظر اور حظ طبع کا سامان فراہم کرتا رہے گا۔ "معارف رضا" کے سارے ہی مضامین میں قابل تحسین ہیں، خصوصاً علامہ قادری کا فکر انگیز اداریہ اور آپ کا علمی و تحقیقی مضمون لاکھوں میں انتخاب ہے۔

ماہنامہ کے تعلق سے میری حقیر رائے یہ ہے کہ اسے ایک مخصوص حلقے کے لئے سامان ذوق بنانے کی بجائے عام اردو قارئین کی ضرورت بنایا جائے اور ہر وہ طریقہ کار اپنایا جائے جس سے وہ ہندو پاک کے ہر پڑھے لکھے گھر کی زینت بن جائے۔ کاش یہ اپنوں سے زیادہ غیروں میں پہونچتا تو کیا بات ہوتی۔

ابتدائی لازمی کی نصابی کتب کے حصہ نظم میں

نعت

کی ضرورت و اہمیت

سلیم اللہ جندراں★

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ علم کی بنیاد ایمان پر ہے۔ حدیث پاک کی رو سے ایمان کی اولین شرط اور بنیادی تقاضا حُب رسول ﷺ ہے۔ نعت حُب رسول ﷺ کے فروغ کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ اسلامی تعلیم کے حوالہ سے چاروں عالمی کانفرنسوں کی سفارشات میں یہ بات خصوصیت سے درج تھی کہ نصابی کتب کی تیاری میں نظموں کا انتخاب زیادہ تر سیرت پاک اور مشاہیر اسلام کی زندگیوں سے کیا جائے تاکہ ایسی نظموں سے طلبہ کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت اور تعظیم و تکریم کو جلا ملے۔

قرآنی نقطۂ نظر سے تعلیم کا مقصد عباد صالح، نیک بندے پیدا کرنا ہے۔ حکیم محمد سعید مرحوم لکھتے ہیں کہ :

> "مقاصد تعلیم پر بڑی بڑی خامہ فرسائیاں ہوئی ہیں لیکن اگر ہم صاف ذہن سے غور کریں تو تعلیم کا مقصد صرف ایک ہے اور وہ ہے انسان کو انسان بنانا یعنی سچا اور اچھا"

انسان کے نیک اور اچھا بننے کیلئے اس دنیا میں اگر کوئی کامل ترین نمونہ بطور رہنما موجود ہے وہ فقط حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ نعت اس اسوہ حسنہ کا ہی منظوم ذکر ہے۔

صنف نعت خود نبی کریم ﷺ کی مبارک خواہش پر وجود میں آئی۔ آپ ﷺ نے اپنے نعت خواں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی تھی :

> "اے اللہ عزوجل ! حسان کی روح القدس کے ذریعے امداد فرما"

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی مدح میں شعر کہے ہیں حافظ عبدالبر رحمتہ الہ علیہ نے ان شعرا و شاعرات کے ۱۲۰، نام گنوائے ہیں جبکہ شیخ فتح الدین نے ۲۰۰ ر کے قریب نام ذکر کئے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید نعت کے موضوعات و مضامین کی وسعت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ موضوع یا مضمون جس میں بالواسطہ یابلاواسطہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت یا صفات کا کوئی نہ کوئی حوالہ آجائے نعتیہ کلام میں شامل ہے یعنی آپ ﷺ کا حوالہ ایک ایسا مقناطیس ہے جسے مس کرنے والا ہر موضوع نعت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

اسلامی شاعری کی ابتدا حمد و نعت سے ہی ہوتی ہے عبدالمجید ہاشمی (۱۳۹۹ھ) اسلامی نظام تعلیم نمبر میں "زبان کی تدریس" کے تحت لکھتے ہیں "غزلوں، قطعات، رباعی اور اس طرح کی دوسری اصناف سخن کو ضرور پڑھایا جائے لیکن صرف

★ (ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی اسکول دھنی کلاں (منڈی بہاؤالدین)

تعارف کی حد تک۔ اسلامی شاعری کو زیادہ جگہ دی جانی چاہیے مطلب یہ ہے کہ ہماری شاعری بھی نظریاتی ہونا ضروری ہے۔

پاکستان کے تعلیمی نصاب میں اردو، عربی، فارسی کی لسانیاتی کتب میں اسلامی شاعری کی اہم اقسام حمد، نعت، سلام، دعا کو خصوصیت سے شامل کیا گیا ہے۔ پروفیسر عنایت علی خاں ادبی نصاب کی تیاری کے ذیلی عنوان حمد، نعت اور دعا کے تحت یوں رقم طراز ہیں :

"حمد اور دعا کو شامل نصاب کرنے کا التزام اردو نصاب کی وہ خصوصیت ہے جس کی پیروی انگریز دور میں بھی کی گئی موجودہ دور میں نعت کے موضوع کو بھی شامل کر لیا گیا ہے جو ایک پسندیدہ اضافہ ہے"

قابل تعجب اور قابل تشویش بات یہ ہے کہ نرسری تا بی-اے انگریزی لازمی کے نصاب کے حصہ نظم میں یہ موضاعات کیوں نہیں شامل ہو سکے۔ فیڈرل اپرواو نشل کریکلم بیوروز، سبجیکٹ ایکسپرٹ کمیٹیاں، صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈ، نیشنل کریکلم کمیٹی کسی بھی نصاب ساز ایجنسی کی توجہ ادھر نہیں مبذول ہو سکی انگریزی لازمی کی کتب کے حصہ نظم میں تقریباً مکمل طور پر انحصار غیر ملکی شعراء کی نظموں پر کیا گیا ہے جو کہ ان کے اپنے تہذیبی و فکری پس منظر اور مختلف تناظر میں لکھی گئی ہیں۔ اگر ہم کلاس اول تا دہم چاروں ٹیکسٹ بک بورڈ کی تیار کردہ انگریزی لازمی (۱۹۹۸ء) کی کتب کے حصہ نظم میں حمد و نعت کی شمولیت کا جائزہ لیں تو مندرجہ ذیل اعداد و شمار سامنے آتے ہیں۔

(الف) پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور (انگریزی لازمی ۱۹۹۸ء، کلاس اول تا دہم)، کل اسباق 246، کل نظموں کی تعداد 39 حمد / دعا 3، نعت، کوئی نہیں

(ب) سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو، کل اسباق 296، کل نظموں کی تعداد 46، حمد / دعا 2، نعت، کوئی نہیں

(ج) N.W.F.P ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور، کل اسباق 218 کل نظموں کی تعداد 30، حمد / دعا 2، نعت، کوئی نہیں

(د) بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ : کلاس ششم تا دہم، کل اسباق 129، کل نظموں کی تعداد 19، حمد / دعا، کوئی نہیں نعت، کوئی نہیں۔

اگر انہی حقائق کو فی صد مقدار کی رو سے دیکھا جائے تو پھر یہ صورت حال سامنے آتی ہے۔

(۱) پنجاب ٹیکس بک بورڈ

کل اسباق سے حصہ نظم 15.85%

حصہ نظم میں سے حمد 1.22%

حصہ نظم میں نعت، کوئی نہیں

(۲) سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

کل اسباق سے حصہ نظم 15.54%

حصہ نظم میں سے حمد 0.68%

حصہ نظم میں نعت، کوئی نہیں

(۳) بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ

کل اسباق سے حصہ نظم 14.73%

حصہ نظم میں سے حمد، کوئی نہیں

حصہ نظم میں نعت، کوئی نہیں

(۴) پشاور ٹیکسٹ بک بورڈ

کل اسباق سے حصہ نظم 13.76%

حصہ نظم میں سے حمد 0.92%

حصہ نظم میں نعت، کوئی نہیں

ان عددی حقائق سے جو صورت حال سامنے آتی ہے

وہ یہ ہے کہ انگریزی لازمی کی نصابی کتب کے حصہ نظم کی مقدار کل اسباق کے تقریباً 1/6 یا 1/7 حصہ سے زیادہ نہ ہے حالانکہ بقول پروفیسر عنایت علی خان اردو کتب کا تقریباً ایک تہائی نظموں پر مشتمل ہے پھر کسی اکادکا کتاب کے ہی حصہ نظم میں حمد یا دعا شامل ہے ورنہ مجموعی طور پر حصہ نظم میں حمد نہ ہے اور نعت تو یکسر شامل نصاب نہ ہے۔ حالانکہ اب پاکستان میں ماشاء اللہ درجنوں مایہ ناز شعراء انگریزی نعت لکھ رہے ہیں کئی ایک نعتیہ مجموعے چھپ بھی چکے ہیں جہاں دیگر متعدد موضوعات مثلاً

"The Weather ,.The Blind Boy, Cow, The Postman, The Kite, The World , From A , Railway Carriage, Cobbler".

پر کئی نظمیں شامل نصاب ہیں وہاں حمد و نعت جیسے موضوعات سے محرومی ہمارے لئے شدید باعث افسوس ہے۔ حصہ نظم میں سینکڑوں مناظر فطرت اور اشیائے کائنات کا بیان ہے مگر خالق فطرت اور وجہ کائنات کے حضور اظہار تشکر سر دست چاہیے تھا۔

لازمی انگریزی کتب کے حصہ نظم کے متعلق 1960ء کی نیشنل کریکلم کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ ایسی فلسفیانہ نظمیں جو بچوں کی سمجھ سے بالا تر ہیں ان سے گریز کیا جائے :

موجودہ دور تعلیم کی اسلامائزیشن کا دور ہے ۔ حکومت پاکستان نے نیو ایجوکیشن پالیسی 2010-1998 کے باب نمبر 2 میں اس عزم کو دہرایا ہے کہ :

"قرآنی اصولوں اور اسلامی اعمال کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے گا"

نیو ایجوکیشن پالیسی میں وزارت تعلیم نے "تعلیم" کی تعریف یوں کی ہے :

"an instrument for the spiritual development as well as the material fulfilment of human needs"

جہاں تک Spiritual development روحانی بالیدگی کا تعلق ہے تو نصاب کے حصہ نظم میں حمد و نعت کی شمولیت یقیناً روح کی غذا کا سامان ثابت ہو گی۔

ملکی نصاب ساز اداروں اور تمام متعلقہ ایجنسیوں سے پر زور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ انگریزی لازمی کے حصہ نظم میں ہر کلاس کیلئے حمد کے ساتھ ساتھ ایک نعت پاک کو لازمی شامل کیا جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ حکومت پہلے سے قائم شدہ صوبائی اور وفاقی سیرت ریسرچ سینٹرز میں انگریزی نعت کا بھی سیکشن قائم کرلے۔ وفاقی وزارت مذہبی امور ہر سال قومی اور مختلف علاقائی زبانوں میں نعت کے علاوہ انگریزی نعت کی کتب کو بھی مقابلہ میں شامل کیا کرے۔ اس سے انشاء اللہ انگریزی نعت کو مزید فروغ ملے گا اور اس کی تخلیق و ترویج تیز تر ہو جاۓ گی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قومی نصاب ساز ادارے، تعلیمی نصابی ایجنسیاں اس تشنہ موضوع کی طرف راغب ہوں۔ پاکستان میں انگریزی کے ماہرین زبان کو بھی یہ سعادت نصیب ہو کہ وہ اس اعلیٰ صنف سخن میں اپنا جوہر پیش کریں۔ انگریزی نعت نہ صرف ملک کے تعلیمی نصاب کی ضرورت ہے بلکہ انگریز ممالک میں فروغ عشق مصطفے ﷺ کی تحریک کا مؤثر ترین ذریعہ بھی! کیونکہ شاعری میں بڑی انقلابی اور حیران کن تاثیر ہوتی ہے۔

﴿دوسری اور آخری قسط﴾

اعلیٰ حضرت کا قلمی جہاد

از :

علامہ فیض احمد اویسی رضوی ★

تحریک پاکستان کا ہر مشکل مرحلہ شاہد کہ

ان علماء ومشائخ نے ہر قسم کی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر کام کیا۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت سے ایک عرصہ پیشتر امام احمد رضا خاں دار فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اس روز اس مرد کامل کی روح عالم قدس میں فرط مسرت سے جھوم رہی ہوگی کہ آج ان کے محبوب ممدوح دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی عظمت کا پرچم تھام کر چلنے والا قافلہ منزل سے ہمکنار ہو چکا ہے۔

مذہبی محاذات :

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو بھر زندگی جن محاذات مذہبی سے مقابلہ رہا ان کی مختصر روئداد حاضر ہے۔

(۱) مرزائی قادیانی محاذ :

انگریز کا خود کاشتہ پودا "قادیانیت" کی صورت میں زمین میں جڑیں پکڑ رہا تھا۔ انگریزی حکومت ہر ممکن طریقے سے قادیانیت کو نواز رہی تھی تاکہ مسلمانوں کی مرکزیت یعنی عشق رسول ﷺ دم توڑ جائے۔ ناسمجھی یا کم فہمی کی بنا پر بعض دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی تحریریں بھی ان کو جواز مہیا کر رہی تھیں۔ اس دور پر آشوب میں امام احمد رضا کی تصنیف "الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ)" قول فیصل بن کر طلوع ہوئی۔ آپ کی بانگ درا نے قادیانیت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ اس کے علاوہ "السوء والعقاب (۱۳۲۰ھ)" "المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ)" اور "قہر الدیان علی مرتد بقادیان" جیسے علمی و فقہی شہ پارے تخلیق کر کے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مجدد تو کجا ایک عام انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ایسے عالم میں جبکہ حکومت وقت قادیانیوں کو زبردستی مسلمان قرار دینے پر تلی ہوئی ہو اور عامۃ الناس بھی انگریز کے اس معنوی فرزند کے سیاسی مضمرات سے

غیر آگاہ ہوں اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے بے شمار بھولے بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے جادۂ حق پر گامزن کر کے عشق سلطان مدینہ ﷺ کی دولت لازوال سے بہرہ ور کر دیا۔

(۲) امام اہل سنت کے لئے کٹھن ترین مسئلہ اپنے اسلاف کے مسلمہ عقائد و نظریات کی تبلیغ و ترویج تھی قدرت ان کو ناموس مصطفےٰ ﷺ کی پاسداری کے لئے منتخب کر چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت تو عشق کے بندے تھے۔ وہ کسی کو چھیڑنا یا کسی کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جہاں ناموس رسالت مآب ﷺ خطرے میں ہو جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کو مسخ کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہوں۔ جہاں حضور ﷺ کی ذات، آپ کی نورانیت، بے مثال بشریت، علم غیب کو بازیچہ اطفال بنا کر رکیک عبارات لکھی جا رہی ہوں۔ جہاں حضور کے خصائص و فضائل سے انکار کیا جا رہا ہو۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن قدسی کو نشانہ بنانے کے لئے بے محل تراکیب اور توہین آمیز تشبیہات و استعارات سے کام لیا جا رہا ہو۔ وہاں آقائے دوعالم افتخار آدم و بنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ غلام کہ جسے عبد المصطفےٰ ہونے کا دعویٰ تھا کب تک خاموش رہتا اور کیوں خاموشی اختیار کرتا؟ اگر اعلیٰ حضرت خاموش رہتے تو ان کی خاموشی منافقت اور مصلحت اندیشی کا دوسرا نام ہوتی۔ وہاں تو آتش نمرود آپ کو کردار خلیل کے لئے آمادہ کر رہی تھی کہ :

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الا اللہ

یہی حکم اذاں اب امام احمد رضا کا مقدر بن چکا تھا۔ آپ نے گالیاں کھائیں، طعنے سنے، آپ پر بدعتی اور مشرک ہونے کے فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ شیشے کے گھروں کے مکین آپ

★ (شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور)

پر سنگ بازی کر رہے تھے۔ آپ کی شخصیت کو مسخ کیا جا رہا تھا۔ آپ پر عدالتوں میں مقدمے دائر کئے جارہے تھے۔ رقیبوں نے انگریزی تھانوں میں رپٹ لکھوادی تھی۔

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مگر اس مرد حق آزما کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ گالیوں سے خراج وصول کرتا رہا اغیار کی سنگباری پر مسکراتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام ابتلائیں عشق مصطفےٰ ﷺ کی بالاتری کے نام پر اس پر نازل ہو رہی تھیں۔ اب فقط مدافعت کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ حریفوں کے قلعوں پر ضرب کاری لگانے کا وقت تھا۔ سلطان دو عالم ﷺ کی محبت اوپر سایہ فگن تھی رحمت خداوندی شامل حال تھی۔ اس نے زبان سے ڈھال کا اور قلم سے تلوار کا کام لیا اور تمام باطل قوتوں کو للکارتے ہوئے کہا۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار

اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

عظمت و شان مصطفےٰ ﷺ کو اجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے عاشق رسول ﷺ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے خصائص مصطفوی اور مقامات نبوت کے نام پر درجنوں کتب تصنیف کیں۔ آپ نے اور آپ کے شاگردوں اور متاثر علماء نے بے شمار مناظرے کئے۔ مگر آپ نے کہیں بھی سوقیانہ یا رکیک زبان استعمال نہیں کی البتہ اس زبان پر ضرور اعتراض کیا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اغیار نے استعمال کی۔

(۳) قادیانیت اور گستاخان رسول ﷺ کا تعاقب جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے رافضیوں اور خارجیوں کے نظریات پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں مثبت تنقید کی، اثنا عشری حضرات جب اہل بیت کے نام پر عاشقان مصطفےٰ ﷺ کی ہمدردیاں حاصل کر رہے تھے اور ڈر تھا کہ یہ فتنہ ملت احناف کی صفوں میں رخنہ اندازی کا باعث نہ بن جائے اس مقصد کی خاطر آپ نے ردالرفضہ (۱۳۲۰ھ) ، الادلۃ الطاعنۃ (۱۳۰۶ھ) اور رسالہ تعزیہ داری، (۱۳۲۱ھ) تصنیف فرمائے۔ ان کتب میں آپ نے شیعہ حضرات کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے ان کی رسوم اور بہت سے عقائد کو دین مصطفیٰ ﷺ سے متصادم قرار دیا۔ شیعہ حضرات کی اصلاح کے لئے آپ نے اور بھی کئی رسائل لکھے۔ اس ضمن میں بعض رسائل اہل سنت و جماعت کی اصلاح عقائد کے لئے تحریر فرمائے کہ اور کوئی تحریک اصلاح کے پردے میں ان کی تخریب کا سامان مہیا نہ کردے۔

رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

کے مصداق غفلت کی نیند سو رہے تھے اعلیٰ حضرت نے کاروان عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے حدی خواں کا کردار ادا کیا۔ آپ نے نہ صرف ان کفریہ عبارات کو رد کیا بلکہ سلطان دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور خصائص و فضائل واضح کرنے کے لئے درجنوں تحقیقی اور تاریخی کتب تحریر کیں۔ عشق رسول خدا ﷺ کے ضمن میں آپ کے بدترین مخالف بھی آپ کی رسول خدا ﷺ سے محبت کو آپ کے لئے توشہ آخرت جانتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال پر مولوی اشرف علی تھانوی کا اظہار تعزیت اور آپ کے عشق رسول ﷺ کے جذبے کو خراج پیش کرنا کہ "میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول ﷺ کی بنا پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا (چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء)

خلاصہ یہ کہ وہ ایک فرد واحد تھا مگر پوری ملت کا ترجمان وہ ایک مرد حق تھا مگر پوری ملت اسلامیہ کے عقائد کا

پاسبان، وہ غوث الاعظم کا پرچم بردار، امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کا پاسدار، غزالی کے تدبر کا افتخار، رازی کی گرہ کشائیوں کا امانتدار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تعلیمات کا شارح، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی شان تجدید کا آئینہ دار، امام فضل حق خیر آبادی کی حق گوئی کا علمبردار اور علامہ کفایت علی کافی کے عشق رسول ﷺ کا درشہوار تھا۔ وہ تو عمر بھر عظمت وشان مصطفیٰ ﷺ کے لئے مصروف جہاد رہا وہ کسی نئے فرقے کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ تو زندگی کی آخری ساعتوں تک اسلام کی نشاط ثانیہ کے لئے محو عمل رہا۔ وہ کسی جدید نظریئے کا خالق نہیں تھا بلکہ اس کے دل کی دھڑکنیں گنبد خضراء کی نورانی طلعتوں سے حیات نو لیتی رہیں۔ مگر اس کا باوجود اس کا نابر صغیر پاک وہند میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سنیت کا اظہار اور عشق رسالت مآب ﷺ کا اعزاز بن چکی تھیں۔

دیگر مذہبی محاذات :

یہ محاذات جن کا فقیر نے مختصر لفظوں میں ذکر کیا ہے جو بین الاقوامی طور مشہور ہیں پھر ان کی ذیلی شاخوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی درجنوں نظر آئینگی ان کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے محاذ بھی ملک میں قائم ہوئے جو بظاہر تو چھوٹے تھے لیکن قوت وطاقت کے لحاظ سے بڑے مضبوط اور موٹے تھے مثلاً ندوہ کا فتنہ، سجدۂ تعظیمی اور غلط مسائل وعقائد فاسدہ کا فتنہ مثلاً ایک جماعت نے کہدیا کہ حضور سرور عالم ﷺ علی الاطلاق افضل نہیں یا پیر پرستوں کے ایک گروہ نے کہدیا کہ سیدنا احمد رفاعی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے خداداد صلاحیت سے تمام فتنوں کو نہ دبا دیا بلکہ انہیں مٹا کر راکھ کر دیا۔

حاسدین کی بھرمار : میرے نزدیک ایک انسان کو سب سے زیادہ دکھ حاسدین سے پہنچتا ہے بالخصوص جتنا مراتب بلند ہوں حاسدین بھی اتنا قدر زیادہ ستاتے ہیں چنانچہ یہی کیفیت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو پیش آئی خود فرماتے ہیں :

اک طرف اعدائے دین اک طرف ہیں حاسدین
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

صدمات :

ظاہر ہے جو کسی محاذ میں مقابلہ پر ہو تو اسے سخت صدمات کا سامنا ہوتا ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو بھی محاذات میں صدمات کا سامنا ضروری تھا سب کو بیان کروں تو اس کے لئے دفاتر چاہئیں۔ نمونہ کے طور پر ایک واقعہ پیش کروں جو آپکو حاسدین کی طرف سے صدمہ پہنچا۔

جناب سید الطاف علی بریلوی اپنا آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں کہ "خود مولانا صاحب کے یہاں ۱۲؍ ربیع الاول کو خاص الخاص اہتمام سے محفل میلاد ہوتی جس میں یہ قاعدہ تھا کہ داڑھی رکھنے والوں کو تبرک کا ڈبل حصہ اور بے داڑھی والوں کو ایک حصہ دیا جاتا۔ اس لئے مجھ کو بھی وہی حصہ ملتا تھا۔

مولانا کے مدرسہ میں قرب وجوار کے طلبا کے علاوہ آسام، بنگال، پنجاب سرحد سندھ اور افغانستان تک کے تشنگان علوم دینیہ پڑھتے تھے جنہیں کتب درسی اور قیام و طعام کی سہولت مہیا کی جاتی۔ بکثرت طالب علم شہر کی مساجد میں امامت کرتے۔ انہیں کے حجروں میں قیام کرتے اور اہل محلّہ ان کے کفیل ہوتے تھے۔ بعض ذہین طلباء شہر کے بازاروں میں آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں سے آئے دن مناظرے بھی کرتے تھے۔ ایک "دار الافتا" بھی تھا، جو استفتاؤں کی روشنی میں ملک کے طول وعرض میں فتوے ارسال کرتے مسلمانوں کے

باہمی تنازعات کو بھی شرع شریف کی رو سے طے کرایا جاتا اور ہزاروں لوگ مقدمہ بازی کی تباہ کاریوں سے بچ جاتے۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی عظمت روحانی اور ان کے فیصلوں کو بے چون وچرا متخالف فریق تسلیم کرتے تھے۔

حضرت کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر مسجد کے شمال مشرقی حصہ میں جہاں ایک سایہ دار درخت بھی تھا، تشریف فرما ہوتے۔ اس مجلس میں حاضری کی اجازت عام ہوتی، بلاروک ٹوک ہر شخص سوال کر سکتا تھا۔ یہ بابرکت صحبت مغرب کی اذان تک جاری رہتی مولانا صاحب کی اس مسجد میں جمعہ کے روز بھی خاصی بھیڑ بھاڑ اور رونق ہوتی جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی نماز کے لئے ساڑھے تین بجے کا وقت مقرر تھا۔ سارے شہر کے وہ حضرات جو اپنے محلوں کی مسجد میں کسی مجبوری سے بر وقت نماز نہ پڑھ سکتے، وہ یہاں آجاتے۔ مولانا کے ہی ایک مرید کڑہ مانرائے کے قریب گلی حکیم وزیر علی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ۱/۲ ۱۲- بجے نماز جمعہ پڑھاتے تھے جس میں ایسے تمام لوگ آتے جنہیں ریل کے سفر یا کسی اور مجبوری کے باعث جلد نماز جمعہ سے فارغ ہو جانے کی ضرورت ہوتی تھی۔

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں بلا شبہ حریت پسند تھے انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ حضرت مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے۔ یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے اسی طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریزی کی عدالت میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ علمائے بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی نزد منبر یا صحن مسجد میں ہو، کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔ جس کی بناء پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بناء پر ہزاروں عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت خانہ میں جمع ہو گئے نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کے سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرہ ڈال دیئے دن رات اس عزم کے ساتھ چوکی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے فداکاروں اور جانثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلّہ سوداگراں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد نو محلّہ کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی اسکول کا نہایت وسیع کمپاؤنڈر تھا۔ جس میں کئی لاکھ آدمی سما سکتے تھے۔ اسی کشاکش کے دوران بدایوں کچہری میں مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے۔ اہل بدایوں کا بھی خاصا اجتماع ہوتا۔ ایک دوسرے کے بالمقابل کیمپ لگتے اور ہر لحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا۔ ایک پیشی کے موقع پر میں بھی اپنے چچا صاحب کے ہمراہ گیا تھا اور وہاں پہلی اور آخری بار میں نے اس دور کے مشہور ماہر قانون جناب مولوی حشمت اللہ بارایٹ لاء کو دیکھا یہ سر سید کے دوست تھے ۱۸۹۲ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہفتم دہلی کے صدر ہوئے۔ فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا، لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہو گیا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی آن قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہوئے اور نہ انہوں نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی کیونکہ بعد ازاں انتہا وسیع پیمانہ پر مبارکبادیوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا محلّہ محلّہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچے کہ چھڑکاؤ ہوتا جاتا۔ گلاب پاشی

ہوتی اور میلاد خوانوں کی ٹولیاں گلیوں میں ہار ڈالے جھوم جھوم کر جوش و خروش کے ساتھ خود مولانا کا نعتیہ کلام پڑھتے جاتے مٹھائی اور ہار پھولوں کی خوان پوش سینیاں بھی ساتھ جاتیں، جو منزل مقصود پر حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کر دی جاتیں حضرت ان سب چیزوں کو مجمع میں تقسیم کرا دیتے"۔

دوسرا قصہ :

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی زندگی کا تاریخی اہمیت رکھنے والا واقعہ تحریک خلافت و ترک موالات کے تحت ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستان میں ہر دو اقوام کی متحدہ قومیت کی تحریک کی پر زور مخالفت تھی، اس وقت صورت یہ تھی کہ جنگ طرابلس و بلقان الیہ مسجد کانپور اور پہلی جنگ عظیم سلطنت ترکی کی مکمل تباہی نے عامۃ المسلمین کو انگریزوں سے حد درجہ بد ظن کر دیا تھا ہندو بھی بعد از جنگ حکومت کی جانب سے موجودہ حکومت خود اختیار نہ دیئے جانے اور جلیانوالہ باغ کے ہولناک قتل عام کی وجہ سے سخت مشتعل تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کے خلاف تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت زور شور سے شروع ہوگئی، جس میں ہندو اور مسلمان متفقہ طور بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

ہندو مسلم بھائی بھائی اور متحدہ قومیت کا جذبہ اس قدر عروج کو پہنچ گیا تھا کہ آریہ سماجی لیڈر شردھانند جیسے اسلام دشمن کو جامع مسجد دہلی میں تقریر کے لئے کھڑا کیا گیا۔

انگریز دشمنی میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ مولانا احمد رضا خاصاحب اور ان کے متبعین بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ لیکن ان کے یہاں ہندو دوستی بھی پسند نہیں کی جاتی تھی اور وہ مشرکین سے م۔الات کو ملت اسلامیہ کے لئے خودکشی کے مترادف سمجھتے ۔ ے۔ لہذا ان کی جانب سے مخالفت کا زبردست دھاکہ ہوا ایسا دھماکہ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی گونج دور دور تک پہنچ گئی۔ مولانا کو یقین تھا کہ مسلمان ہندو قومیت میں ضم ہو گئے تو نہ صرف ان کا دین و ایمان خراب ہو جائے گا۔ بلکہ ان کا سیاسی مستقبل بھی تاریک ہو جائے گا۔ انگریزوں کے جانے کے بعد جو جمہوری نظام حکومت قائم ہو گا اور مذہبی بنیاد پر اکثریت و اقلیت کا تعین ہو گا۔ اس میں مسلمانوں کی نمائندگی برائے نام رہ جانے کے باعث وہ اپنے قومی و ملی تشخص سے بالکلیہ محروم ہو جائیں گے۔ ان کا مذہب، کلچر اور زبان سب فنا کے گھاٹ اتر جائینگے، اسی تاثیر کے تحت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت اہل سنت کے ارکاکین و اکابر نے ہندوستان کے طول و عرض کے دورے کئے گھر گھر پیغام حق پہنچایا کانگریسی مسلمانو، بالخصوص جمیعۃ العلمائے ہند اور فرنگی محلی علماء سے بڑے بڑے معرکہ کے مناظرے اور مقابلے ہوئے اور یہ ان کی حق گوئی کا نتیجہ تھا کہ چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ہندو مسلم موالات کا طلسم ٹوٹ گیا، روز مرہ کی زندگی اور سرکاری و نیم سرکاری محکموں میں ہندوؤں کی جارحانہ بالادستی اور خود غرضی کھل کر سامنے آئی، شدھی سنگھٹن کی قابل نفرت تحریک نے بھی جنم لے کر آناً فاناً ہولناک صورت اختیار کر لی، بظاہر غیر متعصب ہندو کانگریسی رہنماؤں کی مسلم دوستی کی بھی نہرو رپورٹ کی شکل میں حقیقت عیاں ہو گئی"۔

(ماہنامہ ترجمان لاثانی، علی پور)

الغرض حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر محاذ پر قلمی جہاد فرمایا اور اس دنیا سے جاتے جاتے تمام اہل اسلام کو اپنے اس شعر کے ذریعہ متنبہ کر گئے کہ ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

مرتبہ: ڈاکٹر مجید اللہ قادری

کلیات شمس

"مثنوی آفتاب افکار رضا"

از: حضرت علامہ شمس بریلوی

قسط دوم

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ، العزیز اپنے زمانے کے تمام علوم نقلیہ اور عقلیہ پر دسترس رکھتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ایسا ذہن عطا کیا تھا کہ آپ ہر علم وفن پر رشحات قلم کے انبار لگا دیتے۔ اعداد وشمار کے لحاظ سے تو آپ ۷۵ علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے لیکن احقر کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ انسان جس علم و فن کے متعلق امام احمد رضا کی رائے معلوم کرنا چاہے اس کو آپ کی کتب بینی کے درمیان اس علم وفن پر ان کی رائے یا تبصرہ مل جائے گا۔ علوم وفنون کا شمار ہر کوئی اپنے حساب سے کر سکتا ہے اور زمانۂ حال میں یہ تعداد ان گنت ہوتی جا رہی ہے کیونکہ علم سے علم نکل رہے ہیں۔ یہ بات انتہائی وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ امام احمد رضا تمام ہی بنیادی علوم فنون سے متعارف تھے کیونکہ ان کی قرآن و حدیث پر گہری نظر تھی اور میں سمجھتا ہوں جس کی نظریں قرآن وحدیث پر گہری ہوں گی وہ دنیا کے تمام ہی علوم وفنون کو سمجھتا ہوگا امام احمد رضا کی ذات وہ ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی فیوضیات سے بھی مالا مال کیا تھا۔

حضرت شمس بریلوی نے "مثنوی آفتاب افکار رضا" میں امام احمد رضا کے قرآن وحدیث وفقہ کے علوم کے بعد ان کی دیگر فنون پر دسترس کو مثنوی کے بحر میں سمویا ہے۔ ان اشعار میں تمام علوم وفنون کا ذکر تو نہیں مگر چند بنیادی علوم میں آپ کی دسترس کا ۱۰۰ر اشعار سے زیادہ میں ذکر کیا ہے مثلاً علم طبیعیات، فلکیات علم توقیت و نجوم، علم ہندسہ، تکسیر، علم معدنیات، حجر یات وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد امام احمد رضا کی شہرہ آفاق تحقیق انیق آفاق تحقیق انیق "ا لعطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" المعروف بہ فتاویٰ رضویہ پر منظوم تبصرہ بھی اس قسط میں شامل ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے چند اہم امتیازات:-

یہ فتاویٰ ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جو جہازی سائز کے (۶) چھ ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ فرد واحد کا اتنا ضخیم مجموعہ خال خال تاریخ میں ملتا ہے۔ اس فتاویٰ میں ۴ زبانوں یعنی اردو، انگریزی، فارسی اور عربی میں جوابات تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ہندی زبان کا استعمال عام ہے جبکہ ادبی نقطہ نظر سے استفتاء کا جواب چھ طریقوں سے دیا گیا ہے یعنی عربی نثر و نظم، فارسی نثر و نظم اور اسی طرح اردو نثر اور نظم فتاویٰ رضویہ میں ۱۲۵ر تحقیقی رسائل عربی، فارسی اور اردو زبان میں تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ۶۰۰۰ سے زیادہ فتاویٰ اس میں شامل ہیں۔ ضمنی مسائل کی تعداد بھی ہزاروں پر مشتمل ہے۔ ہر رسالہ کے لئے الگ خطبہ لکھا ہے جس کی خصوصیت یہ ہوتی کہ جس موضوع پر رسالہ ہے اس علم کی مناسبت سے آپ الفاظ اور اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جس سے پڑھنے والے کو ایک الگ لطف آتا ہے۔ اگر ان تمام خطبات کو جمع کیا جائے تو ایک الگ کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ آیئے اب علامہ شمس الحسن شمس بریلوی قدس سرہ العزیز کے رشحات قلم کی جولانیاں دیکھیں جس میں انہوں نے فتاویٰ رضویہ اور دیگر علوم وفنون پر منظوم تبصرہ پیش کیا ہے۔

تھی ہمہ داں ، ان کی فکر بے مثال — تھی قلمرو ان کی دنیائے کمال
تھے علومِ نقلیہ میں بے عدیل — اور علومِ عقلیہ میں بے مثیل
علمِ طبیعیات و علمِ کیمیا میں — علمِ معدنیات اور علمِ سماں میں
علمِ ہیئت اور ریاضیات میں — علمِ ہندسہ اور علمِ تکسیرات میں
دیدنی ہیں ان کے آثار وقیع — جن سے ظاہر ان کے اوصاف رفیع
علمِ زیجات اور ٹرگنامیٹری — ارثماطیقی میں تحقیق بھی
دسترس میں ان کے تھا علمِ جفر — ہیں تمام ان کے رسائل خوبتر
علمِ ہیئت ، علمِ افلاک و نجوم — ان میں تھی ان کے کمالِ فن کی دھوم
علمِ معدن ہو کہ علمِ صوتیات — ان کی فکر ژرف کے تھے یہ جہات
ان علوم عقلیہ پر جو کچھ لکھا — ان کا احاطہ کب ممکن ہے بھلا
ہے بہت ہی کار مشکل اور خطیر — پھر بھی میں کرتا ہوں اک سعی حقیر
نامِ موضوع اور بس نام اثر — ہو رسالہ یا کتاب کوئی معتبر
متنِ فتویٰ یا جداگانہ اثر — ذکر اس کا ہے یہاں مدِّ نظر
علم طبیعیات پر ذرا کیجئے نظر — اس میں ہے ”فوزِ مبین“ عمدہ اثر
شمس ہے گردش میں، ساکن ہے زمین — کرتے ہیں اس پر وہ اک بحث متین
ان کی ہے بالغ نگاہی کی گواہ — بن گئی جو شاہد ژرفِ نگاہ
علم طبیعیات پر گہری نظر — ہے فتاویٰ میں بہت اس کا اثر
رقت و سیلان کی بحثِ طویل — ان کی اس فن میں تبحر کی دلیل
علم ہیئت ہے فنِ دشوار تر — اس کے ماہر صرف ہیں کچھ دیدہ ور
ہے اَدق اس فن میں چغمینی کتاب — اپنے فن میں ہے یہ بیشک لاجواب
شرح اس کی تھی بہت دشوار کام — شارحوں میں اس کے ہیں بس دو تین نام
موسیٰ رومی خواہرِ زادہ کا نام — شارحین میں رکھتا ہے اونچا مقام
شرح موسیٰ پر رضا کا حاشیہ — علم ہیئت میں ہے طرفہ واقعہ
حاشیہ میں ہے تعقب جا بجا — اور ہے تنبیہ بھی اس کے سوا

علم ہیئت پر تبحر دیکھئے — یادگار ان کی ہیں متن و حاشیے
"الصّراح فی تعدیل مرکز" دیکھئے — رفعتِ فنکار کو پھر سوچئے
ہے کتاب تذکرہ کا حاشیہ — اصل میں فکرِ رضا کا شعشعہ
شرحِ باکورہ لکھی بہت اعلیٰ لکھی — ہے مقابل میں نہ کوئی دوسری
ہیروده شاہکار جامع، نامدار — علم ہیئت میں ہیں ان کی یادگار
علم زیج و علم ہیئت ہیں قریں — فرق دونوں میں زیادہ تو نہیں
علم ہیئت ، بحثِ اشکالِ فلک — اور مسافت اَرض کی بے رَیب و شک
"زیج" میں ہے سات سیاروں کا حال — دیکھتے ہیں ان کی منزل اور چال
دیکھئے فکرِ رضا کے زاویئے — جوہر اپنے اس میں بھی دکھلا دیئے
ہے "بہادر خانی" زیجِ باوقار — اس کا فنِ "زیج" میں ہے اعتبار
ہیں حواشیٔ رضا اس زیج پر — فکر کے جوہر نمایاں بیش تر
یہ جو ہیں علم فلک ، علمِ نجوم — "زیج" سے نزدیک ہیں یہ بالعلوم
یہ بھی ہیں جولانئ فکرِ رضا — "عبقریت" کا ثبوت برملا
لکھا "تقویمِ کواکب" نام سے — اک رسالہ فکر طرفہ کام سے
یہ جو ہے ، توقیت، کا علم قدیم — ہے فلک کا علم ، اس میں بھی سہیم
خامۂ تب ہو گا رواں توقیت پر — ماہرِ علمِ فلک ہو سربہ سر
گر نہیں وہ ماہرِ علم نجوم — بے مرام اس میں رہے گا بالعموم
اور تبحر انکا اس میں بر ملا — دیکھئے ان کے فتاویٰ میں ذرا
علم ہے توقیت کا فنِ خطیر — ہیں رسائل ان کے اس میں بے نظیر
اس پہ مبنی صحتِ صوم وصلوٰۃ — ہیں بہت جودت طلب اس کے نکات
"درکِ وقتِ صبح" رسالہ یادگار — ہے رضا کی فکر کا اک شاہکار
زیج اوقات صلوٰۃ و صوم بھی — ہے گرانمایہ نشانی فکر کی
ان کا ہے تعدیل پر اک اور اثر — دیتا ہے ان کی ذکاوت کی خبر
ہوتا ہے کیونکر کواکب کا اثر — دہر میں ایام کی تعدیل پر
اس رسالے میں ہے یہ تصریح تام — حبذّا ! فکرِ رضا کا انصرام
علم ہندسہ کی طرف اب آیئے — دیکھئے ان کے رسائل و حاشیے

یہ جو ہے مشہور "برجندی" کتاب ہے "مجسطی" کی یہ شرح لاجواب
اس کا ہے شرح مجسطی اصلی نام اس کو برجندی ہی کہتے ہیں عام
تھے نصیر الدین محقق طوس کے ہے مجسطی ان کی تالیفات سے
ترجمہ طوسی نے تازی میں کیا نام یونانی جو تھا رہنے دیا
ہے اسی پر حاشیہ حیرت فزا ہے کمال جودتِ فکرِ رضا
یہ مجسطی نام کی اعلیٰ کتاب جو ریاضی میں نہیں رکھتی جواب
فکر بطلیموس کا شہکار تھا فہم جس کا مشکل و دشوار تھا
حضرت عبدالعلی برجند کے جو ریاضی میں وحید عصر تھے
ابتداء دسویں ہجری کی تھی شرح عالی جب ، مجسطی کی لکھی
ہے یہی وہ شرح جس پر حاشیہ لکھ گئے یہی حضرت احمد رضا
حاشیہ تحریر اقلیدس پر لکھا ہے بہت یہ حاشیہ حیرت فزا
کرتا ہوں علم فلک کا اب بیاں تاکہ حضرت کا تبحر ہو عیاں
ہیت و توقیت و علم زیج سے ہیں اہم علمِ فلک کے رابطے
ہے یہی کیفیت علمِ نجوم ربط ہے علمِ فلک سے بالعموم
قارئین! سمجھیں نہ بازاری نجوم یہ بھی منجملہ ہے اعلیٰ علوم
عام ہیں یہ سات سیاروں کے نام رکھتے ہیں ساتوں، فلک سے التیام
ہر فلک موسوم سیارے سے ہے اور فلک مخصوص ہر اک کے لئے
ہیں زحل، زہرہ، عطار، و مشتری شمس و مریخ و قمر بس ہیں یہی
ہے یہی سرمایہ علمِ نجوم اور ستارے بھی ہیں شامل بالعموم
ان کی ہیت اور ان کا راستہ ہے یہی علم فلک کا جائزہ
ہے ثوابت کا فلک ان کے سوا اور فلک و افلاک ہے اس سے ورا
ہے لسانِ شرع میں عرشِ بریں ہو بیان توضیح ، یہ ممکن نہیں
مجملاً یہ تذکرہ میں نے کیا ہے کہاں تفصیل کا موقع بھلا
ان رسائل اور کتب کا تذکرہ مجھ کو کرنا ہے بطور جائزہ
ہیں یہ اس موضوع پر کار خطیر اور ہیں لاریب یہ سب بے نظیر
کیسے "استخراجِ تقویمات" ہوں کچھ کواکب کی جو تصریحات ہوں

کر دئے اس کے قواعد سب بیاں — جو ہیں استخراج کی روح و رواں

کب قمر کا راس پر ہو گا نزول — اس کے استخراج کے کیا ہیں اصول

ان قواعد پر ہے ان کی یادگار — اک رسالہ فارسی میں طرفہ کار

پایا جاتا ہے قمر کا بھی عماد — متفق ہیں ماہرینِ خوش نہاد

اک رسالہ مشتمل بر شرحِ تام — ہے نشانِ جودتِ فکرِ امام

الغرض حیران ہے فکرِ سلیم — معترف ہے ہر ذکی و ہر فہیم

دیکھ کر ان کا کمال بے مثال — کرتی ہے حیرت، خرد سے یہ سوال

اک فقیہہ، نکتہ داں اور یہ علوم — یعنی ربع و ہیئت و علمِ نجوم

اک مفسر اور یہ شانِ کمال — دسترس علمِ فلک پر بے مثال

اک محدث اور معقولات پر — اللہ! اللہ! اس قدر گہری نظر

ارثماطیقی ، مثلث کروی — جبر اور لوگارتھم، جیومیٹری

علم طبیعیات و ارضیات پر — علم معدن اور صوتیات پر

الغرض علم ریاضیات پر — رکھتے تھے وہ عبقریانہ نظر

ان کی ''عنصریات'' پر گہری نظر — تھی وہ ''شمسِ بازغہ'' کی ہم سفر

اور توضیحِ امورِ عامہ — فکر کا ان کی تھا گویا خاصہ

ہیں بہت سے مسئلہ ہائے کلام — ان کے فتوؤں میں بہ تشریحِ تمام

تھے وہ معقولات میں بھی بے عدیل — جیسے ''منقولات'' میں فرد نبیل

عصر حاضر کے امور محدثات — ہیں یقیناً [illegible]ماتِ حیات

جس طرح ہے ''ڈاک سے'' ترسیلِ زر — نوٹ کی بیع اور روسر کی شکر

انکی تنقیحات ہیں حیرت فزا — ردِّ دلائل کا نہ ان کے ہو سکا

آپ کے اوصاف بے حدّ و شمار — آپ تھے علم و زکاوت کا وقار

بس عطائے رب و عشق مصطفیٰ ﷺ — موجب فضل و تبحر بن گیا

(باقی آئندہ)

روح، نفس اور قلب

اقبال احمد اختر القادری

حیات انسانی کی عمارت کے قیام و بقاء کیلئے روح، نفس اور قلب، تین اہم ستون ہیں ---ان تینوں کا آپس میں نظم و ضبط ہونا ضروری ہے ورنہ انسان انتشار کا شکار رہتا ہے ---ان کے باہمی بگاڑ سے انسان میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور ان ہی کے نظم و ضبط سے انسان میں نکھار پیدا ہوتا ہے---

شیخ الاسلام امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسانی جسم میں روح مثل بادشاہ ہے اور نفس و قلب اس کے دو وزیر ہیں--- نفس اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ کثرت معاصی اور خصوصاً کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے، اب اس میں حق کے دیکھنے اور سمجھنے، غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے اور پھر معاذ اللہ اوندھا کر دیا جاتا ہے، اب وہ نہ حق سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے---(۱)

انسانی جسم میں قلب حقیقتاً اس مضغہ گوشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے جس کا مرکز یہ مضغہ گوشت ہے جو سینے میں بائیں جانب ہے، نفس کا مرکز زیر ناف ہے۔(۲)

معروف ماہرین نفسیات "تھامس ورنی" اور "انتھونی ڈی کاسپر" کی تحقیق کے مطابق چار ماہ کے بعد انسانی جنین میں عقلی صلاحیتوں کا آغاز ہوتا ہے۔(۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے پھر چالیس دن میں لہو کی پھٹکی ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے---(۴)

انسانی حیات کا دارو مدار روح کا مرہون منت ہے، یہ کائنات کے تخلیقی عمل و نظام میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے---روح امر ربی سے ہے اس لئے غیر مادی ہونے کی وجہ سے جسمانی اور دنیاوی موت کے بعد بھی محفوظ اور برقرار رہتی ہے---(۵)

نفس کی تین اقسام ہیں---

۱...... نفس امارہ ۲...... نفس لوامہ ۳...... نفس مطمئنہ

جو طبعیت عنصری اور عادات سفلی کی تاریکی میں پوری طرح گھرا ہوا ہو، اسے "نفس امارہ" کہتے ہیں، قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے---

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (۶)

"بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے"

جب نفس ریاضت و مجاہدات سے پستی سے بلندی کی

طرف ابھرنا شروع ہوتا ہے تو نورِ ہدایت کی روشنی ملتی ہے جس سے ضلالت و گمراہی کا احساس ہونے لگتا ہے تو گناہوں سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اور احساسِ گناہ پر ملامت کا اظہار کرتا ہے تو اس وقت اس نفس کی حیثیت "نفسِ لوامہ" ہوتی ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے---

وَلَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (۷)

"اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے"

"نفس لوامہ" ہر انسان میں موجود ہے جو کہ "نفس امارہ" کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جب یہ اخلاقیات، تہذیب و تمدن اور اصلاح احوال کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے تو "نفس مطمئنہ" کہلاتا ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے---

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (۸)

"اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس

ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی"

انسان نفس پر قابو پالے تو نارمل رہتا ہے، اس کی زندگی خوش گوار ہوتی ہے اور اگر نفس اس پر حاوی ہو جائے تو بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں روحانی نشو نما کا عمل رک جاتا ہے اور انسان نفسیاتی مسائل اور بیماریوں میں گھر جاتا ہے---

اصطلاح تصوف میں "قلب" ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح و نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے، صوفیائے کرام کی نظر میں قلب انسانی اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے جس کی ایک چمک تمام مخلوقات و موجودات کا خلاصہ ہے، یہ لوٹ پوٹ کو جلد قبول کرتا ہے--- قلب حقائق کا آئینہ ہے کیونکہ عالم کے تغیرات قلب پر منعکس اور منطبع ہوتے رہتے ہیں---بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عالم قلب کا آئینہ ہے کیونکہ قلب اصل اور عالم اس کی فرع ہے--- قلب میں اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی ہے، یہ وسعت تین طرح کی ہے۔

(۱)وسعت علمی (۲)وسعت مشاہدہ (۳)وسعت خلافت

"وسعت علمی" سے مراد معرفت الٰہی ہے جس کی پہچان صرف قلب انسانی کر سکتا ہے---"وسعت مشاہدہ" ایک کشف ہے جس کے ذریعہ سے صرف قلب ہی، جمال الٰہی کی خوبیوں سے مطلع ہوتا ہے۔"وسعت خلافت" سے مراد اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرفات میں وسعت ہے اور یہ محققین کی وسعت ہے جو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ذات میں ذات، صفات میں صفات، ہویت میں ہویت اور انیت میں انیت اس درجہ ڈوب جائے کہ غزیت کا حکم قطعاً مفقود ہو جائے---(۹)

جب انسان اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو زمانہ سے واسطہ پڑتا ہے، نئی نئی باتیں، طرح طرح کے مشاہدات، نئے نئے تجربات ہوتے ہیں۔ قلب احسن زندگی گزارنے کے اصول فراہم کرتا ہے، یہ تحفظ و بقاء کا نمائندہ ہوتا ہے---قلب اخلاقی اصول اور ان کی پاسداری، مہذب معاشرتی ضابطوں کی حفاظت اور نفس کو تہذیب و تمدن کی تربیت دیتا ہے اور ساتھ ساتھ اصلاح احوال کا کام بھی کرتا ہے--- قلب کے دو اہم پہلو ہیں---

۱...... قلب کا مثبت پہلو ۲...... قلب کا منفی پہلو

"قلب کا مثبت پہلو" یہ ہے کہ انسان کو نفس کے تسلط سے نجات دلاتا ہے اور نفسیاتی جبر سے بچا کر تہذیبی پہلو

اجاگر کرتا اور ہمیشہ خیر کی طرف مائل کرتا ہے---"قلب کا منفی پہلو" یہ ہے کہ انسان کو نفس کا غلام بنانے کی کوشش کرتا رہے تاکہ انسان کی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جائے---(۱۰)

حیات انسانی کا روحانی وصف ہی تکمیل ذات اور مقصد حیات کے حصول میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے---یہ "نفس" اور "قلب" پر محتسب کی طرح مذہبی اور اخلاقی اقدار کی نمائندگی اور حمایت کرتا ہے---یہ انسان کو سچائی اور راہ حقیقت دکھاتا اور اس پر گامزن کرتا ہے---پھر ایک انسان تزکیۂ نفس اور صفائی قلب کے مراحل سے گذر کر روحانیت کے اعلیٰ مقام کو پالیتا ہے جسے معرفت الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے---مگر اس منزل تک پہنچنے کیلئے کسی مرد کامل استاذ کی رہبری ضروری ہے، اسکے بغیر مقام روحانیت اور معرفت الٰہی تو دور کی بات ہے، تزکیۂ نفس اور قلب کی صفائی بھی ممکن نہیں--- دانائی کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی تعمیر کیلئے کسی مرد کامل استاذ کو اپنا رہبر و رہنما بنالے پھر اسکی حیات و ارشادات کی روشنی میں خود کو تعمیر کرے، ان شاء اللہ بہت جلد منزل مقصود پالے گا--- فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رہبر کامل اور اپنے آئیڈیل کی اتباع کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوب فرمایا

انھیں جانا، انھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

حوالاجات

(۱) مصطفیٰ رضا خاں، مولانا، ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور، ص ۳۱۱

(۲) ایضاً، ص ۳۱۱

(۳) محمد مالک، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور تعمیر شخصیت، بشمولہ سالنامہ معارف رضا کراچی، شمارہ ۱۹۹۹ء، ص ۱۸۸

(۴) صحیح مسلم شریف، باب القدر

(۵) ر، ک، حیات الموات بیان فی سماع الاموات، از امام احمد رضا خاں

(۶) قرآن حکیم، ۱۲ ۵۳

(۷) قرآن حکیم، ۵۷ ۲

(۸) قرآن حکیم، ۸۹ ۲۷، ۲۸

(۹) ر، ک، سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ ۱۹۹۹ء

(۱۰) ایضاً

فاضل بریلوی اور علماءِ مــرداد

(مکہ مکرمہ)

تحقیق، محمد بہاء الدین شاہ ★

﴿تیسری قسط﴾

(۱۴) قاضی مکہ شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد (م ۱۳۴۳ھ)

شیخ عبداللہ ابو الخیر ۱۲۸۵ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد شیخ احمد ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ نیز مدرسہ صولتیہ کے بانی مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر علمائے مکہ سے علوم اسلامی پڑھے (۷۸)۔ تکمیل تعلیم کے بعد مسجد الحرام میں مدرس مقرر ہوئے جہاں باب صفا کے قریب برآمدہ میں آپ کا حلقہ درس قائم ہوا۔ آپ اہم علوم دینیہ کے علاوہ تاریخ اور شخصیات کے حالات سے گہرا لگاؤ اور وسیع معلومات رکھتے تھے۔ شریف حسین بن علی کے آخری عہد میں مکہ مکرمہ کے قاضی بنائے گئے جس پر آپ اپنی وفات ۱۳۴۳ھ تک فرائض انجام دیتے رہے (۷۹) آپ نے طائف میں وفات پائی۔

فقہ حنفی پر آپ کی گہری نظر تھی، آپ مفتی احناف شیخ عبداللہ بن عباس صدیق حنفی کے گہرے دوست اور معاون تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں امیر مکہ شریف علی نے علماء مکہ مکرمہ کا جو وفد یمن روانہ کیا تھا ان میں شیخ عبداللہ بھی شامل تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں مفتی احناف کی ذمہ داریاں شیخ عبداللہ ابو الخیر کے سپرد کی گئیں۔ (۸۰)

فضیلۃ العلامۃ الشیخ عبداللہ ابو الخیر مکہ مکرمہ کے ان چند علماء کرام میں سے تھے جنہیں مذاہب اربعہ کے مطابق حج کی ادائیگی کے ارکان و واجبات اور سنن مستحضر تھے۔ موسم حج کے دوران مسجد الحرام میں درس وتدریس کا سلسلہ عام طور پر روک دیا جاتا تھا کہ طلباء و مدرسین اور حجاج اطمینان سے عبادت کر سکیں۔ لیکن شیخ عبداللہ ابو الخیر تنگ جگہ اور ازدحام کے باوجود باب صفا کے برآمدہ میں اپنا حلقہ درس حسب معمول منعقد کرتے صرف اس لئے کہ حجاج کرام کو مسائل دریافت کرنے کی سہولت میسر رہے اور لوگ رہنمائی حاصل کر کے حج اور دیگر دینی امور کو صحیح طریقہ سے ادا کر سکیں۔ عمر عبدالجبار نے حج سے متعلق آپ کا ایک درس شامل کتاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ عبداللہ ابو الخیر پر رحمت نازل فرمائے اور دین پر ان کی استقامت و دعوت کو نفع بخش بنائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد ابو الخیر مرداد کی دعا قبول فرمائی اور انہیں شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد جیسا لائق فرزند عطا کیا، جس نے اسلاف کے کام کو آگے بڑھایا۔ (۸۱)

آپ کے شاگردوں میں سے شیخ عراقی سجینی نے نام پایا (۸۲) علاوہ ازیں آپ "نشر النور والزھر" کے نام سے ایک ضخیم و عظیم تصنیف یادگار چھوڑی، جو متعدد وجوہات

★ (ناظم، بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال)

کے بنا پر غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے اس لئے اس کتاب کا تفصیلی تعارف اس تحریر کے آخر میں دیا گیا ہے۔

فاضل بریلوی اور شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد :۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قیام مکہ مکرمہ کے دوران شیخ عبداللہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ بارہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، الدولۃ المکیہ کی تصنیف کے دوران آپ کے درمیان رابطہ رہا۔ پھر ایک روز شیخ عبداللہ مرداد اور شیخ محمد احمد حامد جداوی (۸۳) نے کاغذی نوٹ کے بارے میں بارہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جس کے جواب میں فاضل بریلوی نے کتاب "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" تصنیف کی (۸۴)۔

اسلاف کے زمانہ میں اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے سونا، چاندی، پیتل وغیرہ کے سکے رائج تھے۔ کاغذی نوٹ بعد کی صدیوں میں زیر گردش آئے، لہذا قدیم فقہاء اسلام کو کاغذی نوٹ کے استعمال اور اس کے جزوی مسائل پر غور و فکر کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ اس موضوع پر کام کی ابتداء امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے رسالہ "قطع المجادلۃ فی تغیر المعاملۃ" لکھ کر کی جو آپ کی کتاب "الحاوی للفتاوی" میں شامل ہے۔ پھر ۱۲۱۶ھ میں علامہ حسینی حنفی نے ایک رسالہ "تراجع سعر النقود بالامر السلطانی" لکھ کر اس موضوع کو آگے بڑھایا۔ ان کے بعد علامہ ابن عابدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ) نے رسالہ "تنبیہ الرقود علی مسائل النقود" قلم بند کیا جو "رسائل ابن عابدین" میں شامل ہے (۸۵)۔ پھر مکہ مکرمہ کے علامہ سید بکری شطا شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۶ھ تا ۱۳۱۰ھ) نے ایک رسالہ بنام "القول المنقح المضبوط فی صحۃ التعامل ووجوب الزکاۃ فی الورق النوط" لکھا (۸۶)۔ فاضل بریلوی کے دور تک کاغذی نوٹ کا استعمال عام ہوا تو اس سے متعلق مسائل پوری شد و مد سے فقہاء اسلام کے سامنے آئے۔ متحدہ ہندوستان میں مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۴ھ) اور مولوی رشید احمد گنگوھی کے سامنے یہ موضوع آیا تو انہوں نے اس پر فتاوے جاری کئے لیکن تشنگی باقی رہی۔ ادھر مکہ مکرمہ میں یہ موضوع فاضل بریلوی کے استاذ الاستاذ مفتی احناف شیخ جمال عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ) کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں (۸۷)۔ دور جدید تک پورے عالم اسلام کے فقہاء کرام کو درپیش اس اہم موضوع سے متعلق تمام سوالات کے جواب میں پہلی جامع کتاب، علمائے مکہ مکرمہ بالخصوص شیخ عبداللہ ابو الخیر کی تحریک سے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے قلم سے وجود میں آئی۔

صفر ۱۳۲۴ھ میں فاضل بریلوی نے امام حرم مولانا شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد کو جمیع علوم اسلامیہ میں سند اجازت و خلافت عطا فرمائی (۸۸)۔

نشر النور والزھر :۔

یہ کتاب مکہ مکرمہ میں خدمات انجام دینے والے پانچ صدیوں کے علماء کرام کے حالات پر مشتمل ہے۔ حجاز مقدس کے نامور ادیب و شاعر، صحافی و مورخ شیخ محمد علی مغربی (۸۹) لکھتے ہیں کہ تاریخی اعتبار سے یہ بہت ہی اہم کتاب ہے یہ بجا طور پر علامہ تقی الدین فاسی (م ۸۳۲ھ) کی کتاب "العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین" (مطبوعہ ۱۳۸۹ھ /

۱۹۵۹ء مصر) جس میں مکہ مکرمہ کے تقریباً آٹھ سو علماء کے حالات درج ہیں، اس کے بعد اہم ترین کتاب ہے۔ علامہ فاسی نے ابتدائے اسلام سے اپنے دور تک کے علماء کے حالات قلم بند کئے اور شیخ عبداللہ مرداد نے گویا اسی کام کو آگے بڑھایا اور اپنی کتاب میں دسویں تا چودھویں صدی ہجری تک کے چھ سو سے زائد علماء کے حالت جمع کئے۔ دونوں کتب میں ایک اور یکساں خوبی یہ ہے کہ ان میں بلد اللہ الحرام کی بہت سی خواتین عالمات کے حالت دئے گئے ہیں جس سے یہ بات اجاگر ہوتی ہے کہ ماضی میں مکہ مکرمہ کی خواتین نے بھی دینی علوم میں کمال حاصل کیا اور پھر ان کے فروغ میں بھرپور حصہ لیا۔

شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد نے اس موضوع سے متعلق تمام اہم ماخذ تک رسائی حاصل کی اور عام مؤرخین کے برعکس کتاب میں اپنے مصادر کا ذکر کیا---نشر النور مصنف کی ایک انتہائی کامیاب کوشش ہے جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔(۹۰)

محمد سعید عامودی (۹۱) واحمد علی (۹۲) رقم طراز ہیں:

"یہ کتاب علماء و ادباء کے حالات پر گوہر آب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے مؤلف جلیل شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں گذشتہ پانچ صدیوں کے جلیل القدر علماء کے حالات جمع کردئے ہیں جنہوں نے مختلف مناصب، قضاۃ، تدریس، امام و خطابت پر عظیم خدمات انجام دیں نیز دسیوں کتب و رسائل تالیف کیئے۔ ان علماء میں متعدد ادیب و شاعر تھے مؤلف نے ان کے مفصل حالات فراہم کرنے کے علاوہ ان کی شاعری کے نمونے بھی ہم تک پہنچائے بے شک یہ کتاب ہمارے علمی، ادبی و تاریخی سرمائے میں ایک اہم اضافہ ہے جو انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ یہ کتاب بہت سے فوائد کی حامل ہے۔ مصنف نے موضوع سے متعلق تمام اہم مطبوعہ وغیر مطبوعہ مواد تک رسائی حاصل کی---اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے یہ کتاب کثرت مشاغل، قضاۃ، خطابت اور تدریس کو جاری رکھتے ہوئے کمال اطمینان سے تصنیف کی۔(۹۳)

عبدالقدوس انصاری (۹۴) کی رائے میں یہ ایک جامع، گراں قدر اور نفیس کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔(۹۵)

المختصر من کتاب نشر النور والزھر :-

۱۳۸۶ھ میں مکہ مکرمہ میں وزارت تعلیم کے منیجر شیخ محمد بن مانع کے سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل پاتی تاکہ حرمین شریفین کی تاریخ پر لکھی گئی اہم غیر مطبوعہ کتب کے مخطوطات پر کام کر کے انہیں جدید انداز میں شائع کیا جائے، کمیٹی کے ارکان یہ ہیں۔ شیخ محمد حسین نصیف (۹۶)، محقق و ادیب رشدی صالح ملحس (۹۷)، حرم مکی لائبریری کے انچارج و مجلس شوریٰ کے رکن شیخ سلیمان صنع، شیخ عبدالوھاب دہلوی کمیٹی کے خازن، شیخ عمر عبدالجبار (۹۸)، عبدالقدوس انصاری، عبداللہ عبدالجبار (۹۹)، محمد سید عامودی کمیٹی کے سیکریٹری جنرل۔

شیخ محمد حسین نصیف اور دیگر اراکین کی رائے سے شیخ عبداللہ مرداد کی کتاب "نشر النور" کو بھی طباعت کے لئے منتخب کرلیا گیا۔ اس کتاب کا واحد قلمی نسخہ بخط مصنف مکہ مکرمہ کے معروف عالم و محقق شیخ عبدالوھاب دہلوی جن کا گھر جبل

صفا کے قریب واقع تھا، کے ذاتی ذخیرہ کتب میں موجود تھا۔ شیخ عبدالوھاب نے یہ مخطوط کمیٹی کے حوالے کیا جس پر حرم مکی لائبریری کے محافظ شیخ عبدالرحمٰن معلمی کی نگرانی میں اسے نقل کیا گیا۔ پھر شیخ محمد حسین نصیف اور شیخ سلیمان صنیع وغیرہ نے اس منصوبہ پر غور و خوض کیا اور بالآخر اس پہ اتفاق ہوا کہ اس کتاب کا مخطوط من و عن شائع کرنے کی بجائے اس کا خلاصہ تیار کرکے اسے شائع کیا جائے۔

چنانچہ ۱۳۷۱ھ میں محمد سعید عامودی و احمد علی نے مل کر اس کتاب پہ کام شروع کیا جو سات برس میں مکمل ہوا۔ یہ دونوں قلم کار اپنے مخصوص نظریات کے تناظر میں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے ایسا مواد جو غیر مفید یا تکرار پر مبنی تھا، نیز اس میں درج ایسی حکایات و اقوال جو بلا سند تھے اور اس میں موجود بکثرت مواد جو مبالغہ آمیز تھا، سب نکال دیا ہے اور پھر ہم نے اس کتاب کو نئے سرے سے مرتب کیا، اس پر تحقیق کی، حواشی لکھے اور ارقام درج کیلئے۔ (۱۰۰)

نشر النور پر ابھی کام جاری تھا کہ شیخ نصیف، شیخ صنیع اور شیخ دہلوی اس دنیا سے چل بسے اور یہ کام رک گیا۔ ایک روز رابطہ عالم اسلامی کی لائبریری واقع مکہ مکرمہ میں اس موضوع پر ہماری گفتگو شیخ محمد سرور صبان (۱۰۱) سے ہوئی تو انہوں نے ہمیں اس پر کام جاری رکھنے کا حکم دیا اور اس کی طباعت میں تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ ہم نے اسے مکمل کیا پھر اس پر مؤرخ و محقق شیخ عبدالقدوس انصاری نے تقدیم لکھی اور ۱۳۹۸ھ میں اس کا پہلا ایڈیشن طائف میں واقع ادبی کلب "نادی الطائف الادبی" کی طرف سے شائع ہوا۔ یہ کلب امیر فیصل بن شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کی سرپرستی و تعاون سے ادبی خدمات کے لئے قائم ہے۔ (۱۰۲)

اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں استاذ سید محسن احمد باروم نے اپنے اشاعتی ادارہ عالم المعرفہ جدہ کی طرف سے شائع کیا جو اس وقت راقم السطور کے پیش نظر ہے۔ نشر النور کا یہ اختصار تقدیم و اشاریہ سمیت کل ۶۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور کمپیوٹر کمپوزنگ، اعلیٰ کاغذ و جلد سے آراستہ ہے۔ پوری کتاب میں جہاں کہیں دو نام "عبدالرسول و عبدالنبی" آئے کتاب کا اختصار کرنے والوں نے انہیں قوسین میں "عبدرب الرسول و عبدرب النبی" میں بدل دیا۔ اور جہاں جہاں یہ عبارت آئی کہ مکہ مکرمہ کے کسی عالم نے "روضہ رسول ﷺ کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ کا سفر کیا" میں قوسین کا سہارا لے کر بدل دیا گیا۔

علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی اور مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں علماء مکہ مکرمہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اکابر علماء کی بڑی تعداد نے ان سے تعلیم پائی لیکن حیرت ہے کہ نشر النور کے اختصار میں ان کے حالات زندگی درج نہیں جبکہ اس کے مصنف نے ان علماء کا زمانہ پایا اور نشر النور کی تصنیف کے دوران علامہ سید احمد زینی دحلان کی ایک کتاب سے استفادہ کیا اور ان کے دو بھتیجوں علامہ سید حسین دحلان (پ ۱۲۹۴ھ) و علامہ سید عبداللہ دحلان (پ ۱۲۸۸ھ) کے حالات شامل کتاب کئے۔ جبکہ مولانا کیرانوی مرحوم نہ صرف مصنف بلکہ ان کے بھائی شیخ محمد سعید ابو الخر اور والد شیخ احمد ابو الخیر مرداد تینوں کے استاد ہیں۔ پھر اندریں صورت حال کی کتاب میں ان دونوں جلیل القدر علماء کے متعدد شاگردوں کے حالات موجود ہیں اس بنا پر علامہ زینی دحلان اور مولانا کیرانوی کا نام اس مطبوعہ اختصار میں بالترتیب ۶۳، اور ۱۷ مقامات پر مذکور ہے۔ جب تک نشر النور کے اصل مخطوط بخط

مصنف کے مندرجات سے آگاہی نہ ہو اس ضمن میں حتمی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ مصنف نے ان دونوں علماء کے حالات شامل کتاب ہی نہیں کئے یا یہ کہ انہیں کتاب شائع کرنے والی کمیٹی کے اراکین نے حذف کر دیا۔ لیکن ایک بات وہ واضح ہے اور وہ یہ کہ علامہ زینی دحلان، مولانا کیرانوی اور شیخ عبداللہ مرداد عقیدہ و فکر کے اعتبار سے آپس میں یگانگت رکھتے ہیں اور اس پر ان کی اپنی تحریریں شاہد ہیں۔

حوالے و حواشی

(۷۸) اھل الحجاز بعبقھم التاریخی، ص ۲۷۶

(۷۹) نشر النور، حالات مصنف از قلم محمد سعید عامودی واحمد علی، ص ۳۱۔

(۸۰) نشر النور، ص ۳۰۴-۳۰۵۔

(۸۱) سیر وتراجم، ص ۱۹۳-۱۹۵۔

(۸۲) شیخ عرابی بن محمد صالح سجینی (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۹ھ) کے حالات کے لئے ملاحظہ ہوں: سیر وتراجم ص ۱۹۰-۱۹۲، اھل الحجاز بعبقھم التاریخی ص ۲۷۶-۲۷۹ نیز رجال من مکۃ المکرّمہ، زھیر محمد جمیل کتبی مکی (پ ۱۳۷۵)، مطبع دار الفنون للطباعۃ والنشر جدہ، طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، جلد سوم، ص ۵۵۔

(۸۳) شیخ محمد حامد جداوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مسجد الحرام میں مدرس تھے۔ (ماہنامہ المنھل جدہ شمارہ دسمبر ۸۸ء جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۶۵) حسام الحرمین پر آپ کی تقریظ موجود ہے۔

(۸۴) الملفوظ، حصہ دوم، ص ۱۳۷۔

(۸۵) ماہنامہ منار السلام ابوظبی، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۷ء، ص ۱۰۶-۱۱۳، ڈاکٹر رفیق مصری کا مضمون بعنوان "کیف عالج الفقھاء مشکلۃ تدھور النقود"

(۸۶) نشر النور، ص ۱۴۴۔

(۸۷) الملفوظ، حصہ دوم، ص ۱۳۸۔

(۸۸) الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینۃ، (۱۳۲۴ھ)، مولانا احمد رضا خان بریلوی منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ص ۴۹۔

(۸۹) محمد علی مغربی ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء کو جدہ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء میں وفات پائی۔ اخبار "صوت الحجاز" (سن اجراء ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء) مکہ مکرمہ کے ایڈیٹر رہے۔ تاریخ، ادب، ثقافت، سوانح وغیرہ موضوعات پر پندرہ کے قریب مطبوعہ تصانیف ہیں، ایک نعتیہ دیوان شائع ہوا۔ آپ نے چودھویں صدی ہجری کے مشاہیر حجاز پر ۱۵۵۰ صفحات اور چار جلدوں پر مشتمل اسی مشاہیر کے حالات پر کتاب "اعلام الحجاز" لکھی۔ جس میں فاضل بریلوی کے استاد شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی، دولۃ مکیہ کے مقرظ شیخ عبداللہ سراج حنفی (م ۱۳۶۸ھ)، فاضل بریلوی کے خلیفہ شیخ احمد حضراوی (م ۱۳۲۷ھ) اور مولانا مصطفی رضا خاں بریلوی کے خلیفہ شیخ سید علوی بن عباس مالکی کے حالات درج ہیں۔

(۹۰) اعلام الحجاز، جلد ۴، ص ۲۳۸-۲۳۹۔

(۹۱) محمد سعید عامودی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ الفلاح مکہ مکرمہ (سن تاسیس ۱۳۳۰ھ) میں تعلیم پائی۔ آپ شاعر و ادیب، مؤرخ وصحافی تھے، مجلس شوریٰ کے رکن رہے، متعدد عالمی ادبی کانفرنسوں میں سعودی عرب کی نمائندگی کی۔ اخبار صوت الحجاز، ماہنامہ الحج (سن اجراء ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء) اور ماہنامہ رابطہ العالم الاسلامی (سن اجراء ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء) مکہ مکرمہ کے ایڈیٹر رہے۔ ۲ شعبان ۱۴۱۱ھ کو وفات پائی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے اکثر مطبوعہ ہیں۔ تفصیلی تعارف کے لئے ملاحظہ ہو: روزنامہ الندوہ مکہ مکرمہ شمارہ ۲۷ نومبر ۱۹۹۷ء ص ۷ فاروق باسلامہ کا مضمون "شخصیات مکیہ- محمد سعید العامودی، نیز الحرکۃ الادبیہ فی المملکۃ العربیۃ السعودیہ ص ۱۰۳-۱۰۴ اور اعلام الحجاز ج ۴ ص ۲۳۲-۲۴۰۔

(۹۲) احمد علی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء کو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ تعلیم پائی، فارسی انگریزی عربی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ سعودی عرب میں متعدد سرکاری عہدوں پر تعینات رہے، شریعت کالج مکہ مکرمہ کے صدر رہے۔ متعدد تصنیفات ہیں جن میں آل سعود خاندان پر بھی ایک تصنیف شامل ہے۔ (الحرکۃ الادبیہ، ص ۴۵۷)

(۹۳) نشر النور، ص ۵۔

(۹۴) عبدالقدوس انصاری ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں والد نے وفات پائی پھر اپنے خاندان کے ایک بزرگ مسجد نبوی کے مدرس شیخ محمد طیب انصاری نے پرورش کی نیز ابتدائی تعلیم دی۔ ۱۳۴۱ھ میں عبدالقدوس انصاری نے مولوی حسین احمد مدنی فیض آبادی (۱۲۹۶ھ / ۱۳۷۷ھ) کے بڑے بھائی مولوی احمد فیض آبادی (۱۲۹۳ھ / ۱۳۵۸ھ) کے قائم کردہ مدرسہ العلوم الشرعیہ (سن تاسیس ۱۳۴۰ھ) میں داخلہ لے لیا اور مولوی احمد فیض آبادی سے تعلیم مکمل کی۔ سرکاری ملازمت سے عملی زندگی کا آغاز کیا بعد ازاں صحافت سے وابستہ ہو گئے اور ۱۳۵۵ھ میں مدینہ منورہ سے ماہنامہ "المنہل" جاری کیا جو اب جدہ سے شائع ہو رہا ہے۔ عبدالقدوس انصاری نے ۱۴۰۳ھ میں وفات پائی۔ نظم و نثر میں متعدد تصانیف ہیں ان میں مدینہ منورہ کے آثار قدیمہ پر ایک کتاب، اپنے استاد مولوی احمد فیض آبادی نیز شاہ عبدالعزیز آل سعود پر کتب وغیرہ شامل ہیں۔ (اعلام الحجاز، ج ۶ ص ۱۸۶-۲۴۰ نیز اعلام من ارض النبوۃ، انس یعقوب کتبی مدنی (پ ۱۳۹۳ھ) جلد دوم طبع اول ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء مطبع دار البلاد للطباعۃ والنشر جدہ، ص ۴۲)

مولوی احمد فیض آبادی کے قائم کردہ اس مدرسہ کو ہاشمی حکومت نے بند کرا دیا تھا سعودی عہد میں دوبارہ کھولا گیا۔ اس مدرسہ پر ڈاکٹر محمد عید خطراوی نے کتاب بنام "مدرسۃ العلوم الشرعیہ" لکھی جو مطبوعہ ہے۔ اس میں جن مقامی لوگوں نے تعلیم پائی ان میں ایک نام محمد علی حرکان ہے جو بعد ازاں رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل رہے اور اس دوران فاضل بریلوی کے اردو ترجمہ قرآن کنزالایمان و دیگر تصانیف کے چند عرب ممالک میں داخلہ پر پابندی کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(۹۵) نشر النور، ص ۱۳، ۱۴، ۲۹۔

(۹۶) محمد حسین نصیف ۱۳۰۲ھ کو جدہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۹۱ھ کو طائف میں وفات پائی اور جدہ میں دفن ہوئے۔ آپ جدہ کے اہم تاجر، سیاسی و علمی شخصیت تھے۔ شاہ عبدالعزیز آل سعود (م ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) حجاز پر اپنی حکمرانی قائم کرنے کے بعد ۱۳۴۴ھ میں پہلی بار جدہ آئے تو انہی محمد حسین نصیف کے محل نما گھر میں بیٹھ کر اہل حجاز کے وفود سے اطاعت کی بیعت لی۔ (اعلام الحجاز، ج ۲ ص ۲۳۲)

(۹۷) رشدی صالح ملحس نامور ادیب و صحافی تھے۔ سعودی عہد میں مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے پہلے اخبار "ام القریٰ" (سن اجراء ۱۳۴۳ھ) کے ایڈیٹر رہے، متعدد تصنیفات ہیں ان میں "تاریخ الطباعۃ والصحافۃ فی الحجاز" اہم ہے۔ (الحرکۃ الادبیہ، ص ۱۰۳)

(۹۸) عمر عبدالجبار ۱۳۲۰ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے مسجد الحرام میں تعلیم پائی۔ ہاشمی عہد میں عسکری کالج سے ڈگری حاصل کر کے فوج میں افسر بھرتی ہو کر عملی زندگی کا آغاز کیا۔ حجاز کے نامور ادیب، صحافی و ماہر تعلیم تھے۔ ۱۳۹۱ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ متعدد تصنیفات ہیں جن میں "سیر و تراجم" اہم ہے جس میں چودہویں صدی ہجری کے ۱۱۸ سے زائد علمائے مکہ مکرمہ کے حالات درج ہیں اس کتاب پر عبدالقدوس انصاری نے مقدمہ لکھا۔ عمر عبدالجبار سعودی عہد میں مکہ مکرمہ میں مختلف عہدوں، حرم مکی پولیس کے افسر اعلیٰ اور پاسپورٹ آفس مکہ مکرمہ کے ڈائریکٹر وغیرہ تعینات رہے۔ (سیر و تراجم، ص آخر)

(۹۹) عبدالجبار مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم پائی پھر مزید حصول علم کے لئے مصر کی ایک یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور سند حاصل کی۔ سعودی وزارت تعلیم میں متعدد اعلیٰ عہدوں پر متمکن رہے۔ پانچ سے زائد تصنیفات ہیں ان میں "قصۃ الادب فی الحجاز" اہم ہے جو ڈاکٹر محمد عبدالمنعم خفاجی کے ساتھ مل تصنیف کی اور ۱۹۵۸ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ (الحرکۃ الادبیہ، ص ۶۴، ۶۵)

(۱۰۰) نشر النور۔ مقدمہ ص ۶

(۱۰۱) محمد سرور صبان ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء کو جدہ میں پیدا ہوئے۔ جدہ و مکہ مکرمہ میں تعلیم پائی ادیب و شاعر تھے۔ شاہ فیصل (م ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) کے دور میں وزیر مالیات اور پھر رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل رہے۔ چند تصانیف ہیں جن میں "ادب الحجاز" اہم ہے جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں مصر سے شائع ہوا۔ مکہ مکرمہ کے ذاتی کتب خانوں میں محمد سرور صبان کا ذخیرہ کتب سب سے اہم ہے۔ ۱۳۹۱ھ میں وفات پائی۔ (اعلام الحجاز، ج ۱ ص ۲۴۰-۲۵۲)

(۱۰۲) نشر النور، مقدمہ ص ۸-۱۰

کتبِ نو
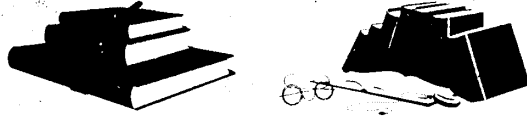
نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں (سید محمد خالد قادری)

"شارح بخاری"

(حالات و خدمات مفتی شریف الحق امجدی)

مؤلف...... مولانا یٰسین اختر مصباحی

صفحات...... ۲۸۸ (پکی جلد) ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، قصبہ گھوسی، ضلع مئو (یوپی) انڈیا

"علامۃ المحبۃ" (عربی)

المؤلف...... البروفیسر محمد مسعود احمد

المعرب...... افتخار احمد القادری

الوراق...... ۸۷ (آفسٹ) ہدیہ...... مفت

ناشر...... حزب القادریہ، ۲۲۲، بلاک "جی" گلشن راوی، لاہور، پاکستان

"اللہ کے نام سے"

تحریر...... اقبال احمد اختر القادری

صفحات...... ۳۲ ہدیہ...... 5/= روپیہ کے ڈاک ٹکٹ

ناشر...... (۱) رضا اکیڈمی، مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور

(۲) اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 2-B-5، نارتھ کراچی

"محدثِ لاہوری"

(شخصیت و نظریات علامہ سید محمود احمد رضوی)

مرتبہ...... محمد محبوب الرسول قادری

صفحات...... ۱۴۴ ہدیہ...... 60/= روپیہ

ناشر...... بزم انوار رضا، 198/4، جوہر آباد، خوشاب (41200)

"آفتاب بڑ یچ" (فارسی)

تحریر...... محمد اکبر اعوان ترجمہ...... ڈاکٹر ابو الحسن اختر

صفحات...... 24 ہدیہ...... 10/= روپیہ

ناشر...... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۵، جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی

"احمد رضا حنفی"

از...... اقبال احمد اختر القادری

صفحات...... 16 ہدیہ...... 5/=

ناشر...... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۵، جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی

"شاہ احمد رضا خاں افغانی" (پشتو)

(پختون بھائیوں کیلئے تحفہ)

از...... محمد اکبر اعوان ترجمہ...... ماسٹر محمد شریف

صفحات...... 56 ہدیہ...... 20/=

ناشر...... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۵، جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی

"سات مسائل"

مصنف...... مفتی محمد رضوان الرحمٰن فاروقی

صفحات...... 48 ہدیہ...... 10/= روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر...... بزم عاشقان مصطفیٰ، مکان نمبر 25 گلی نمبر 32، فلیمنگ روڈ لاہور

"تذکرہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری"

مرتبہ...... سرفراز احمد اختر القادری

ہدیہ...... 5/=

ناشر...... اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 2-B-5، نارتھ کراچی

دور ونزدیک سے

﴿محمد فرحان قادری﴾

علامہ محمد احمد مصباحی

(استاذ، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا)

فروری ۲۰۰۰ء کا "معارف رضا" ملنے کی اطلاع ایک عریضے کے ذریعہ کر چکا ہوں۔ آج ۱۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کو مارچ کا شمارہ موصول ہو کر مسرت بخش ہوا۔ زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ سابقہ شمارے کی بہ نسبت اس میں غلطیاں بہت کم ہیں۔ بعض میں زیادہ ہیں مگر امید ہے کہ بہت جلد آپ ان پر بھی کنڑول کرلیں گے۔

آپ کا مضمون حسب سابق علمی و تحقیقی ہے اور جدید و قدیم کا سنگم۔ جس انہماک اور دل سوزی سے آپ امام احمد رضا قدس سرہ کا علمی تعارف کراتے ہیں وہ لائق تحسین بھی ہے اور قابل تقلید بھی کثر اللہ امثال لکم۔

دیگر مضامین بھی عمدہ اور مؤثر ہیں امید ہے کہ رسالہ بہت جلد علمی دنیا میں ایک باوقار مقام حاصل کرلے گا۔

علامہ مبارک حسین مصباحی

(مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا)

ماہنامہ "معارف رضا" کا پہلا شمارہ نظر نواز ہوا تھا اب دوسرا شمارہ بھی عرفان رضا کا نور لئے مطالعہ کی میز پر جلوہ افروز ہے، افق صحافت پر آپ کا ہر قدم بلندیوں کی جانب ہے "معارف رضا" کا جام شیریں پہلے سال بھر میں صرف ایک بار ملتا تھا اب ہر ماہ جام لبالب سے سرشار کر رہے ہیں مگر شوق طلب ہے کہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ عرفان رضا کا ہر جام ہم تشنہ لبوں کا اضطراب کچھ اور بڑھا جاتا ہے۔

سفر کی مسرت انگیز روداد سے دل کی کلیاں کھل گئیں خدا نظر بد سے بچائے اب عرب دنیا میں بھی عرفان رضا کا اجالا پھیل رہا ہے۔ فروری ۲۰۰۰ء ماہنامہ "اشرفیہ" میں بھی جامعہ ازہر مصر کے ہونہار طالب علم نعمان اعظمی کا ایک مضمون اس حوالے سے شائع ہوا ہے عنوان ہے "جامعہ ازہر مصر میں امام احمد رضا کی فکر و شخصیت کا اعتراف و تعارف"۔ پیش نظر شمارہ میں تفسیر رضوی کا سلسلہ بھی خوب ہے امام احمد رضا کے حوالے سے دیگر مضامین بھی اہمیت کے حامل ہیں آئندہ ماہ سفر کی تفصیلی سرگذشت کے لئے نگاہیں بے قرار ہیں۔

آپ کا تحقیقی مقالہ "کنزالایمان اور دیگر تراجم کا تقابلی مطالعہ" حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری کے مبارک ہاتھوں سے ملا دیکھتے ہی طبیعت باغ باغ ہوگئی ماشاء اللہ موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔

الحاج محمد سعید نوری

(صدر، رضا اکیڈمی، ممبئی)

ہندوستان آنے کے بعد بھی کئی روز تک آپ کا ذکر خیر ہوتا رہا۔ آپ کی کرم فرمائی یاد آتی رہتی ہے۔ اعلیحضرت کی حیات و خدمات پر جس طرح آپ حضرات کام کررہے ہیں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ادارے میں ایک ایک گھنٹہ بیٹھنا اور مولانا اقبال صاحب کا کم بولنا۔ خالد بھائی اور سب کچھ یاد آتے ہیں آپ کا محبت سے ہماری قیام گاہ پر آنا۔ پروفیسر صاحب قبلہ کے پاس لے جانا۔ آپ کے مکان پر حاضری نہ دینے پر آپ کا ناراض ہونا سب یاد آتے رہتے ہیں۔ مولانا وجاہت رسول صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے ممبئی آنے کا ان کا پروگرام معلوم ہوتا ہے کہ نہیں تب ان کو ممبئی آنا چاہیے تھا۔ اب عرس رضوی کے موقعہ پر پروگرام بنائیں کہ آپ کی حاضری بارگاہ رضا و مفتی اعظم میں ہو جائے اور ساتھ ہی ممبئی بھی آنا ہو جائے گا۔ چند روز ممبئی میں آپ کی رفاقت رہے گی گھر کے تمام افراد اور ادارہ میں تمام لوگوں کو سلام عرض ہے۔